بت سے مذہبی عقائد میں بھی یونانیوں کے شاگرد تھے - چنانچہ انکی سوگواری بھی یونانیوں کی سوگواری اور اُن کے طریقۂ ماتم سے زیادہ متغائر اور جدا نہ تھی - اُن میں مرنے والے پر رونے اور پیٹنے اور بین کرنے کا زیادہ رواج تھا - اور تجہیز و تکفین کے موقعوں پر رونے والے کرائے پر بلوا لیے جاتے جو صف باندھ کے کھڑے ہوتے اور زور زور کے بین کرتے - اسکے سوا اُن میں تقریباً وہ تمام باتیں تھیں جو یونانیوں میں تھیں -

ماتمی لباس کا رنگ بھی قدیم قوموں میں بدلا ہوا تھا - اور آج بھی جدا جدا ہے - یونانیوں میں بعض جگہ سیاہ تھا اور بعض جگہ سفید - روسیوں میں علی العموم سیاہ رنگ ماتمی تھا - یورپ میں آج بھی سیاہ ہی رنگ سوگواری کے لیے مخصوص ہے - اہل چین و جاپان سوگ میں سفید کپڑے پہنتے ہیں - ترکوں میں نیلے یا عباسی رنگ کا رواج ہے - ایران میں سیاہ لباس پہنا جاتا ہے - مصر میں زرد رنگ سوگواری کا ہے - اور حبشیوں میں سوگ اور غم کے موقع پر خاکستری رنگ اختیار کیا جاتا ہے -

جاہلیت عرب میں بھی مرنے والے کی میت پر بڑے زور و شور کا ماتم ہوتا تھا - عورتیں گریبان چاک کرتیں - روتیں پیٹتیں - اور مرثیوں اور بین کے فقروں کے ساتھ علی العموم نوحہ خوانی کرتیں اور سر و سینہ پیٹتیں - یہاں تک کہ اسلام ظاہر ہوا - اور تعلیمات ربانی سے انسانی اخلاق کی اصلاح ہونے لگی -

اسلام نے سوا آنسو بہانے اور سادگی و تہذیب کے ساتھ رنج و الم کرنے کے سر و سینہ پیٹنے چلا چلا کے بین کرنے - زیب و زینت چھوڑنے اور ماتمی لباس پہننے کو حرام بتایا - چنانچہ نور اسلام کے نمایاں ہوتے ہی سوگواری اور سینہ زنی عرب میں یکقلم ترک ہو گئی تھی -

حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونے کے بعد عزاداران حسین ع نے سوگواری و عزاداری کو جزو دین بنا دیا - اور اُنکے جوش رنج و الم نے تھوڑی ہی مدت میں سوگواری کو اس قدر اہم اور باقاعدہ بنا دیا کہ شاید

گرد ہجوم ہوتا - کوئی سن رسیدہ عورت جو رونے اور بین کرنے میں زیادہ کمال رکھتی بال کھول کے آتی اور لاش کے سرہانے کھڑی ہو جاتی - غم والم کی دُھن اور درد بھری آواز میں اُس کے محامد و خصائل بیان کر کے رو دیتی - اور سینہ کوبی کرتی - اور ماتم میں تمام لوگ اُس کا ساتھ دیتے - اکثر فرعونوں اور امیروں کے مرنے پر سال بھر تک مجلس ماتم بپا رہتی اور کسی وقت رونے پیٹنے کا سلسلہ موقوف نہ ہوتا -

اُنکے بعد اور نیز اُنکے زمانے میں بنی اسرائیل جب ارض موعودہ میں جا کے مقیم ہوے ہیں تو وہ بھی بڑے جوش و خروش سے اپنے عزیزوں اور دوستوں کا سوگ کیا کرتے - اور غالباً اظہار غم کے بھی وہی طریقے تھے جن کو وہ مصر کے قبطیوں سے سیکھ کے آئے تھے - اُن کا سوگ یہ تھا کہ گریبان چاک کرتے - کپڑے پھاڑ ڈالتے - بالوں کو نوچتے کھسوٹتے - سینہ کوبی کرتے - سر پر خاک ڈالتے - نہانا چھوڑ دیتے - فرش سے اُٹھ کے زمین پر جا بیٹھتے اور لوگوں میں ننگے سر اور ننگے پاؤں پھرتے - مرنے والے کے سوگواروں کی یہ حالت سات دن تک رہتی - جس مدت کے گذر جانے کے بعد یہ سوگواری کے طریقے موقوف ہو جاتے - مگر بنی اسرائیل نے اپنے رسم و رواج کے خلاف حضرت موسٰی اور جناب ہارون کا سوگ پورے ایک مہینے تک قائم رکھا تھا -

اب اسکے بعد پرانے یونانیوں کا طریقۂ سوگ دیکھیے جو علم و فضل میں سب سے بالا تھے اور اُن کا شہر ایتھنز مدینۃ الحکما کہلاتا تھا - یونانیوں میں کوئی عزیز و قریب مرتا تو اپنے بال کٹوا دیتے - کپڑے پھاڑ ڈالتے - سر پر خاک اُڑاتے - اور اکثر شہروں میں سیاہ اور ارغوس وغیرہ خاص خاص بستیوں میں سفید کپڑے پہنتے - عام مجمع کو چھوڑ کے کسی تنہائی کے مقام میں جا بیٹھتے - زمین پر لوٹتے - لڑ کھڑیاں کھاتے - اور بعض منہ پر نقاب ڈالے [illegible]

[illegible] کا زمانہ آیا - وہ تمام باتوں یہاں تک کہ

اور عالم ہوُمین سناٹا اپنی پرہیبت آواز مین جواب دے رہا تھا "بِلّٰہِ الوَاحِدِ القَہّار"
ہمارے حیدرآباد دکن مین تصوف کا بڑا زور ہے - اُمرا دارکان دولت
تک وحدتِ وجود کے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین - یہین السلطنتہ مہاراجہ
مدار المہام بہادر دام اقبالہٗ اس ہردی مذہب کے دلدادہ اور معرفت کے
جویا ہین - لہٰذا خدا کو بھی منظور ہوا کہ نفی و اثبات کا جلوہ دکھادے - یہ صرف
"لا" کا جوش تھا جس نے ایک عالم کو غرق کردیا - اور اب اُسکے بعد اثبات
ہے - جبکہ منتظمان ریلیف کمیٹی اُجڑے کھنڈرون پر ڈیرے ڈالے پڑے ہین
اور اعلیٰ حضرت سکندر حشمت کی فیاضی بھوکون کو کھانا اور ننگون کو کپڑا
دینے مین فراخ حوصلگی کے جوہر دکھا رہی ہے -

سوگواری

کسی دوست یا عزیز کے مرنے پر علانیہ طور پر وضع ولباس کے ذریعہ سے
اظہار غم کو "سوگواری" کہتے ہین - دنیا کی تمام قومون کی معاشرت کو دیکھیے
تو کوئی قوم سوگ منانے سے خالی نہ نظر آئے گی - لہٰذا ہر ملک مین سوگواری
کی خاص خاص وضعین اور اُس کے اظہار کے خاص طریقے اور رسمین مروج
ہین - یون تو جس دن دنیا مین پہلا انسان مرا اُسی دن سے رونے اور سوگ
کرنے کی بنیاد پڑ گئی - مگر اس سوگ مین مختلف قومون نے جو جدتین کین اور
جیسے جیسے کرشمے دکھائے اُن کا بتانا خالی از لطف نہین ہے -
سب سے قدیم قوم مصر والون کی ہے - اور اُنھین مین سوگواری تمام
قومون سے بڑھی ہوئی تھی - اس کی زیادتی اور مدت تک قائم رہنے کی
وجہ یہ تھی کہ لاش کی ممی بنائی جاتی - جس کام کے لیے زمانہ درکار ہوتا - ممی
کے تیار ہونے تک مرنے والے کے خاندان مین برابر ماتم ہوتا رہتا - جب لاش
ممی بنانے کے لیے کسی ممی بنانے والے کے گھر مین لے جائی جاتی اور جب
تیاری کے بعد وہان سے لائی جاتی تو رونے اور ماتم کرنے والون کا اُسکے

اپنا جلال و غضب دکھا کے چلی گئی - عالم پر خموشی اور موت کا سناٹا طاری ہے - نہ سڑکون کا پتہ ہے نہ گلیون کا - نہ آبادی کا نشان ہے نہ عالیشان عمارتو نکا - جدھر نظر جاتی ہے پتھرون کا ڈھیر ہے اور حسرتون کا انبار - ایک عالم ہو ہے - اور چند ساعت پہلے کی رونق و عظمت کے آثار - امرأ القیس کہان ہے بلاؤ اور کہو کہ اپنا قصیدۂ معلقہ یہان کھڑے ہو کے سنا لئے - اس لیے کہ جو سامان حسرت یہان نظر آئے گا اُس جگہ ممکن نہین جہان عنیزہ چند روز کے لیے بس کے چلی گئی تھی؟ گولڈ اسمتھ کہان ہے؟ اُس سے کہو کہ اس حسرت کدہ مین آ کے اپنی پُرسوز و گداز نظم "ڈزرٹڈ ویلج" سنائے یہان زیادہ اثر ہو گا - کیونکہ جس اُجڑی بستی کا سمان اُس نے دکھایا ہے ہمارے تباہ زدہ گھرون سے زیادہ تباہ نہین ہو سکتی - اور آخر مین حکیم معزی سے کہدو کہ اپنے اچھوتے عربی مذاق کے قصیدے کے چند ہمیاری اشعار مین کی دھن مین گا کے ہماری حسرت نصیبی کی داد دے -

اے ساربان منزل مکن جز بر دیار یار من
تا یکزمان زاری کنم بر ربع و اطلال و دمن
ربع از دلم پر خون کنم اطلال را جیحون کنم
خاک دمن گلگون کنم از آب چشم خویشتن
از روے یار خرگہی ایوان ہمی بینم تہی
وز قد آن سرو سہی خالی ہمی بینم چمن
آنجا کہ بود آن دلستان با دوستان در بوستان
شد بوم و زاغ و کرگس را مکان شد گرگ و روبہ را وطن
بر جاے جام و رطل مے گوران نہادستند پے
بر جاے چنگ و نائے و نے آواز زاغ ست و زغن

آہ! آہ! ایک جہاز بھی ڈوبتا ہے تو اُس مین ڈوبنے والے پہلے ہاتھ پاؤن مارتے ہین - اور جب قسمت پر زور نہین چلتا تو اپنے نالہ و شیون کی آواز آسمان تک پہونچا دیتے ہین - مگر ہمارے غریقان رحمت - ہمارے بے زبان مظلوم کس بہادری - کس خموشی - اور کس بے بسی سے ڈوبے ہین نہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی اور دونا چل بسے - قافلے کے قافلے عدم کو چلے گئے اور جرس کی آواز کسی نے نہ سنی -

سچ یہ ہے کہ یہ بھی حضرت رب العزت کے جلال کا ایک نمونہ تھا - قیامت تھی - خاموش و منہدم کھنڈرون سے آواز آ رہی تھی کہ "لمن الملک الیوم؟"

تیرا پانی اُبلتے اُبلتے چھتوں سے جا لگا۔ اور وہ سب پناہ گزین خدا ہی کے گھر میں سے خدا کے پاس سدھار گئے۔ یہ بھی وہ لوگ تھے جنھوں نے کچھ ہاتھ پانوں مارے۔ بہت سے تو ایسے ہیں جنھیں خبر بھی نہ ہونے پائی اور ان کا بستر عیش ہی بستر مرگ بن گیا۔ آہ کتنے دولہا دولھن ہیں جو شب زفاف ہی میں ہم آغوشی سے آغوش موت میں چلے گئے۔ اور اے موسیٰ ندی! اُنکے چاندی کے پلنگ ہی کو تختۂ تابوت بنا کے تو اپنے دوش پر اُٹھا لے گئی۔ اور اُن کی روحوں کے ساتھ اُنکے جسموں کو بھی عالم فنا میں پہونچا آئی۔

موسیٰ ندی! تجھے کسی پر تو ترس آیا ہوتا یا کوئی تو تیرے دستِ ستم سے بچا ہوتا۔ عبّاد کو مسجدوں میں۔ برہمنوں کو دیر میں۔ طلبا کو مدرسوں میں۔ صوفیوں کو خانقاہوں میں۔ غرض کسی کو کہیں نہ چھوڑا۔ جو جہاں تھے وہیں رہے۔ اور تو اُنکے سروں پر جا پہونچی۔ بیبیاں شوہروں کے سامنے۔ بیٹے بیٹیاں ماں باپوں کے سامنے۔ بہن بھائی بہن بھائیوں کے سامنے۔ دوست دوستوں کے سامنے ڈوب ڈوب کے مر رہے ہیں اور کسی کو بچانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ وہ مرتے وقت چاہتے ہیں کہ آخری وصیت کے دو کلمے اپنے عزیزوں اور دوستوں کے کانوں تک پہونچا دیں۔ مگر نہ وہ اپنے جان کے خوف سے سُننا چاہتے ہیں اور نہ تو اپنے غیظ و غضب کے شور سے سننے دیتی ہے۔ معصوم بچہ ماں کے آغوش سے نکل کے تیرے بے رحم آغوش میں چلا گیا ہے اور سیہ بخت ماں بےبسی سے کلیجہ تھام کے رہ گئی ہے۔ مہجبیں معشوقہ کو تیری ظالم موجوں نے عاشق کے گلے سے چھڑا کے اپنے گلے لگا لیا ہے اور وہ حسرت سے دیکھ کے رہ گیا ہے۔ ایسے ایسے جگر خراش منظروں کو دیکھنا اور ترس نہ آنا۔ اے موسیٰ ندی تیرا ہی کام ہے۔

او موسیٰ ندی! تو اتنی سنگدل! اتنی ظالم۔ اتنی ستم کیش اور اتنی بے رحم ہے کہ تجھے نہ معصوم بچوں کی معصومی پر ترس آیا اور نہ مہوش دلرباؤں کی نازنینی پر۔

یہ سب ہنگامہ اور یہ سارا شور محشر چند گھنٹوں میں ہو گیا۔ موسیٰ ندی

نہین یاد رہے ہین - بہن بھائی سے چھوٹ گئی ہے اور شوہر جورو کو چھوڑ آیا ہے - یہ کہان بھاگے جاتے ہین؟ اور اس قدر بدحواس کیون ہین؟ اسلیے کہ کہ موسی ندی اس بھوکے اژدہے کی طرح پیچھے دوڑی آتی ہے - وہ سڑکون پر سانپون کی طرح لہرا لہرا کے دوڑ رہی ہے کہ کوئی ملے تو اُسے ہڑپ کر جائے - گلی کوچون مین رینگ رہی ہے کہ کوئی انسانی شکار ہاتھ آئے تو اُسے ہضم کر لے گھرون مین گھستی ہے کہ کوئی تھکا ماندہ رہ گیا ہو تو اُسے اپنا نوالہ بنا لے - اپنی قہار بھوک سے وہ بیتاب ہے - چارون طرف زندہ مخلوق کو ڈھونڈتی پھرتی ہے - ہزارون بندگان خدا کو نگل گئی اور پیٹ نہین بھرتا - اُس کی قیامت خیز چال مکانون کو گراتی اور عالیشان عمارتون کو ڈھاتی جاتی ہے - جدھر جاتی ہے سُتھراؤ ہو جاتا ہے اور جہان پہونچتی ہے بالکل صفایا نظر آتا ہے - وہ غریب پسماندے جو نہ بھاگ سکے ہین اور نہ اس ظالم ندی کے ہاتھے چڑھ سکے ہین جن مکانون مین اُنھون نے پناہ لی تھی اُنھین مین دب دب کے اور خود اپنی بنائی ہوئی عمارتون کے نیچے پس پس کے جان دے رہے ہین -

مگر یہ تصویر اُن مقامات کی ہے جہان لوگ تیرے حملے سے پہلے چونک اُٹھے ہین - اُنھین تھوڑا بہت بھاگنے کا موقع مل گیا ہے - اور اپنے عزیزون کو ڈوبتے اور مکانون مین دبتے اور بیکسی سے جان دیتے دیکھتے ہوے گرتے پڑتے بھاگے ہین - لیکن اُن جگہون کی خونی تصویر دیکھی بھی نہین جا سکتی جہان تونے اپنا جوش دکھانے سے پہلے ہی لوگون کو اپنے آغوش مرگ مین گھیر لیا ہے وہان کا عالم! عالم مرگ! عالم تباہی! عالم بیکسی و بے بسی! نہ دیکھا جا سکتا ہے اور نہ بیان ہو سکتا ہے - جنھین خبر ہو گئی ہے کہ موت سر پہ آ پہونچی حسرت و یاس سے بھاگے ہین - مگر ہر طرف راستہ بند ہے - جدھر جاتے ہین تیری لہرین موت کے فرشتون کی طرح راستہ روکے کھڑی پہرہ دے رہی ہین کہ کوئی نکلنے نہ پائے - جب سب راستے بند دیکھے تو خدا کے گھر کی طرف چلے - مسجدون مین خلقت بھری ہوئی ہے - مگر تونے اس حرم ربانی مین بھی قدم رکھا - اور ساعت بساعت تیرا تلاطم بڑھتا ہی جاتا ہے - یہان تک کہ

مناظر بعد کے دھندلکے میں ہیں۔ ہمیں تو تجھ میں کود وسے وِہی اُس کی شان نظر آرہی ہے۔ اور تیرا سیلاب اُس کے آتشین لاوے کا سیلاب معلوم ہوتا ہے جس میں اِیطالیہ کا شہر پومپیائی غرق ہو گیا تھا۔ ویسے وِہی اُس کے آتشین سیلاب نے پومپیائی کو چاروں طرف سے محصور کر لینے کے بعد اندر قدم رکھا تھا۔ اُسی طرح تیرے سیلاب نے شہر کی اندرونی آبادی کے بعض محلوں کو جبکہ لوگ غافل سو رہے تھے ہر چہار طرف سے گھیر لیا۔ اور اُنھیں ایک خطرناک جزیرے میں محصور کرنے کے بعد ڈبویا۔

مگر پومپیائی کے غریق بحر آتشین آج دو ہزار برس بعد نکل رہے ہیں اُس سیلاب نے اُنھیں اپنے دامن کے نیچے محفوظ رکھا۔ جنھیں آج کل کی زندہ دنیا اگلے عبرتناک سیلاب کی یادگار سمجھ کے دیکھتی ہے۔ اور اُنکی حالت دیکھنے کے لیے لوگ دور دور سے سفر کرکے آتے ہیں۔ مگر موسیٰ ندی! تو تو بتا کہ ہمارے مُردوں کو بہا کے تو کہاں لے گئی؟ اور اُنھیں کہاں رکھا ہے؟ کہ ملنے جلنے اور لطف صحبت اُٹھانے کے نہیں، تو اُنکی حسرتناک صورتیں دیکھنے ہی کے لیے ہم اُن کا نظارہ کر سکیں۔ اُنھیں کہیں امانت رکھا ہے یا سمندر کے قعر میں پھینک آئی؟ موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!! یہ مُردے نہیں یہ ہماری امانتیں ہیں جنھیں ہم تجھ سے لیں گے۔ آج نہیں تو کل قیامت کو لیں گے۔ ایک دن ضرور آنے والا ہے جب اے اژدہا صفت ندی تجھے اپنے یہ لذیذ لقمے اُگلنے پڑیں گے۔ اور تجھے اپنے اس ظلم و ستم کا یقیناً جواب دِہ ہونا پڑے گا۔

آہ! تیرا غیظ و غضب! تیرا جوش و خروش! تیری بے رحمی و سنگدلی! تیری وہ غضبناک صورت! تیری وہ پُرشکن جبیں! تیری وہ بدحواس کر دینے والی ہیبت! تو کیا تھی اور ایک دم میں کیا ہو گئی! تجھے کیا تجھے ہوتے تھے اور کیا نکلی! وہ دیکھو لوگ بدحواس بھاگے جاتے ہیں کسی کو اپنے پرائے کا ہوش نہیں۔ پردے کی بیٹھنے والیاں ننگے سر ننگے پانوں گھروں سے نکل پڑی ہیں۔ مائیں بچوں کو بھول آئی ہیں۔ بیٹے! پوتوں کو

جس نے ایک چشم زدن مین مصر کی آبادی صاف کردی تھی۔ افسوس موسیٰ ندی! ہمین تجھ سے ایسی امید نہ تھی۔

عصاے موسیٰ کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ سمندر مین راستے ہوگئے۔ پانی جہان تھا وہین دیوارون کی طرح ٹھیر گیا۔ ہمارے زمانے کے آہنی پلون کی طرح اُن مین جھنجریان بن گئین۔ اور بنی اسرائیل کے بارہ سبط بارہ راستون سے ایک دوسرے کو دیکھتے بھالتے اطمینان و فارغ البالی سے پار چلے گئے۔ اور ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ فرعون کے لشکر نے جیسے ہی اُس دریائی راستہ مین قدم رکھا پانی جوش و خروش کے ساتھ مل گیا۔ سمندر تھا رہی کی شان سے اُبلنے لگا۔ قیامت کا تلاطم نمودار ہوا اور دم بھر مین اُس لشکر کا پتہ نہ تھا کہ کیا ہوا اور کدھر گیا۔ زمین کھا گئی یا آسمان کھا گیا۔

بیشک ہم گنہگار ہین۔ سر سے پانون تک معاصی مین ڈوبے ہوے ہین۔ ہمارا بال بال گناہون سے گندھا ہوا ہے۔ مگر موسیٰ ندی! ہم سب خدا پرست ہین۔ ہمارے مشرک بھی فی الحقیقت موحد ہین۔ ہمارے کفار بھی اُس ذات وحدہٗ لاشریک کے منکر نہین۔ پھر ہمارے ساتھ تجھے ایسا سلوک نہ کرنا چاہیے تھا۔ ہم پر یہ جوش غضب ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہمارے ظل اللہ الحمد للہ کہ سچے خدا پرست اور خدا کے برحق دین کے حامی و مربی ہین۔ ہمارے مدار المہام تصوف کے رنگ مین رنگے ہوے اور دریاے وحدت و معرفت مین غرق ہین۔ ایسے نیک لوگون اور ایسی خدا پرست آبادی کے ساتھ وہ وہ سلوک جو کبھی فرعون اور اُس کے لشکر کے ساتھ کیا گیا تھا! موسی ندی! انصاف یہ ہے کہ تیرا یہ جوش بے محل اور تیرا یہ غیظ و غضب بے موقع تھا! ہم سیہ کار سہی۔ مگر اتنے بدتر کبھی نہ تھے کہ تو ہمارے حق مین عصاے موسیٰ کی شان قہاری دکھانے کے لیے خلقت کو نگل جانے والا اژدہا بن جائے۔

موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!! تیرے اس سیلاب کو کوئی طوفان نوح سے تشبیہ دیتا ہے اور کوئی سیل عرم بتاتا ہے۔ ہان۔ مگر ان دونون تاریخی واقعات کے ہولناک سین قدامت کے پردے مین چھپ گئے۔ اور اُنکے جگہ خراش

موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!!

حیدرآباد دکن میں جو ہیبت ناک اور تباہ کرنے والا سیلاب موسیٰ ندی سے آیا تھا اُس پر مولانا نے یہ مضمون اکتوبر ۱۹۰۸ء کے دلگداز میں تحریر فرمایا۔

موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!! تو نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا نام اختیار کیا ہے۔ اور تیری پڑوسن عیسیٰ ندی نے جو حیدرآباد سے دو ہی ڈھائی میل پر تجھ سے آکے ہم آغوش ہو گئی ہے حضرت عیسیٰ کا نام۔ اور اعلیحضرت سرپرار لے دکن کے دار السلطنت میں جیسی شان و شوکت نمودار ہوئی اُس سے ہم کو یقین آگیا تھا کہ تم دونوں سے ید بیضا کا معجزہ بھی نمایاں ہو رہا ہے اور احیاے موتے کا بھی۔

کہ ہم تیری سطح پر آفتاب کی کرنوں کو کسی کی پُر افشان پیشانی کی طرح چمکتے دیکھتے تو اُسے ید بیضا تصور کرتے۔ اور ہر مرتبہ جب ہم اپنے تاجدار گردون مدار کی فیاضی سے کسی کو نہال ہوتے دیکھتے تو اسے احیاے موتیٰ کا معجزہ سمجھتے۔

مگر موسیٰ ندی! موسیٰ ندی!! ہمیں تیری معجز نمائی کے اس پہلو کا خیال ہی نہ تھا کہ تو ید بیضا کے بجاے حضرت موسیٰ کا عصا بھی بن سکتی ہے۔ عصاے موسیٰ کی شان دکھائی تھی تو کاش یہ رحمت دکھائی ہوتی کہ "فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْناً" (جاری ہوے اُس سے بارہ چشمے) تجھ سے دس بارہ ندیان ندیان جدا جدا جاری ہو جاتیں۔ اُن سے سرکار عالی کا ملک پہلے سے زیادہ آباد ہوتا۔ اور رعایا کی مرفہ الحالی ترقی کرتی۔ لیکن موسیٰ ندی! تجھ سے تو عجب شان قہاری ظاہر ہوئی۔ تو ایک آنا فانا عصاے موسیٰ سے وہ عظیم الشان اژدہا بن گئی۔ جو دم بھر میں مصر کی ہزارہا خلقت کو نگل گیا تھا۔

کے زمانے میں بھی تہذیب یورپ کی نذر ہوئی۔
لیکن جو دولت ترکان آل عثمان سے چھینی گئی تھی اُسکا ہضم ہونا آسان نہ تھا۔ غیر منقولہ مال غنیمت کی تقسیم میں دشواریاں پیش آئیں۔ اور اُسی کا نتیجہ ہے کہ جرمنی کی ایک ایسی صاحب علم و فضل قوم نے جو موجودہ ترقیوں کا اعلیٰ ترین نمونہ تصور کی جاتی تھی روس کے مقابل اشتہار جنگ دیا۔ اور فرانس پر صرف اس لیے کہ وہ سلطنت روسیوں کی دوست ہے فوج بڑھائی۔ بلجیم کی غیر جانبداری کے قائم رکھنے کا جو پرانا عہدنامہ تھا اُسکے ساتھ خود بلجیم کو بھی پامال کر ڈالا۔ جس کی وجہ سے انگلستان کی ایسی صاحب علم اور صلح جو سلطنت کو بھی اسکے خلاف اشتہار جنگ دیدینا پڑا۔ اور ایک ایسی لڑائی چھڑ گئی جو دنیا کی تمام گذشتہ لڑائیوں سے زیادہ خوفناک ہونے کے ساتھ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ یورپ میں چار طرف شمال و مشرق میں روس و جرمن کی سرحد پر۔ وسط یورپ میں روس و آسٹریا کی سرحد پر۔ شمالی بلقان میں سرویا و آسٹریا کی سرحد پر اور مغربی یورپ میں بلجیم اور فرانس میں کئی ہزار میل کی مسافت پر خون کا مینہ برس رہا ہے۔ ایشیا اور انتہائے مشرق میں سواحل چین پر۔ افریقہ میں زنجبار سے لیکے شمالی و مغربی سواحل افریقہ تک۔ اوشینیا یعنی جزائرستان میں اسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کے پاس کے جزائر میں خونریزی ہو رہی ہے۔ اور سمندر جو اگلے دنوں آزاد رہا کرتا تھا آج کل عموماً خطرناک ہے۔ اور جو خطرہ بالٹک اور نارتھ سی کے سواحل سے شروع ہوا اُس سے اٹیلنٹک اوشن۔ پے سفک اوشن۔ آرکٹک اوشن اور انڈین اوشن تک خطرہ سے خالی نہیں ہیں۔

بلقان کے مظلوم مسلمان سعدیؒ کا یہ شعر پڑھ رہے ہیں

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را — چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

اور نہیں مہذب قوموں کا یہ رنگ دیکھ کے یہی ماننا پڑتا ہے کہ تہذیب و شائستگی سوا اسکے کہ انسان کو لڑائی کے لیے زیادہ تیار کرے اور اُس کی خونریزی کی قوت و ہوس کو اور بڑھائے اور کچھ نہیں کرتی۔

تو جزیرہ نمائے بلقان اور قلمرو عثمانیہ کے پالٹیکس مین مفسدانہ دخل دہی شروع ہو جاتی - یہ سلسلہ جاری تھا کہ جاپان جس نے مغربی عقابون کی نظر سے بچ بچ کے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور تہذیبان مغرب ہی کا سا مہذب بن گیا تھا۔ سر اُٹھایا اور خم ٹھوک کے روس کے سامنے کھڑا ہو گیا - بحری و بری دونون لڑائیان ہوئین اور لکھوکھا آدمی دونون کے اغراض حکمرانی پر قربان ہوے - آخر بڑی مصیبت سے روس نے جان بچائی - اب چند روز بعد تہذیب کا یہ تقاضا ہوا کہ اسلامی سلطنتون کا خاتمہ کر دیا جائے - ایران سے مراکش تک ہر جگہ لڑائی چھڑ گئی - روس نے ایران کی پھڑپھڑانے والی بے بس رعایا کو دبوچا - اٹلی نے بے پوچھے گچھے اور بے وجہ موجہ طرابلس کے ساحلی شہرون پر قبضہ کر لیا - فرانس نے بڑھ کے مراکو کا گلا دبایا - پھر جب اوصیائے تہذیب کے صلح پسندون نے دیکھا کہ اٹلی کا طرابلس پر کوئی زور نہیں چلتا ہمت ہارے دیتا ہے - اور اُس کے حواس بجا نہین - تو سب طرف سے تقاضا ہوا کہ دولت عثمانیہ طرابلس سے دست بردار ہو کے صلح کر لے - اور کچھ ایسی ریشہ دوانیان ہیا لاکیان اور سازشین کی گئین کہ عثمانی وزارت نے اسکو قبول بھی کر لیا -

ادھر مہذب احباب یورپ کی صلاح سے اس صلحنامے پر دستخط ہوئے اور اُدھر انھین کرمفرماؤن کی عنایت سے تمام ریاستہائے بلقان نے دولت عثمانیہ کے مقابلہ مین اشتہار جنگ دے دیا - اور سارے جزیرہ نمائے بلقان مین خون کی ندیان بہنے لگین - دولت عثمانیہ ان سب کے مقابلہ مین کمزور نہ تھی - مگر حسن تدبیر سے وہ کمزور کر دی گئی - جان باز سپاہیون کو بیٹھ کی روٹی اور سامان جنگ دونون سے محروم رکھ کے پٹوایا گیا - اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سوا تھوڑے سے مشرقی علاقہ یورپ کے جو قسطنطنیہ کے حوالی مین ہے تمام مقبوضات یورپ دولت عثمانیہ کے قبضے سے نکل گئے - اور جن علاقون پر نصرانی ریاستہائے بلقان کا قبضہ ہوا تھا اُن مین مسلمان رعایا پر ایسے مظالم ہونے لگے کہ سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین - غرض لاکھون خلقت امن

خون کا سیلاب بہے - اور انسان کی سی بے نظیر امانت خاک مین ملائی جائے تو پھر ہمین یہی کہتے بنتا ہے کہ یہ مثل "لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا" جانورون ہی تک محدود نہین بلکہ انسان کو ہزار پڑھائیے لکھائیے - لاکھ مہذب و شایستہ بنائیے اصل مین وہ ایک خونخوار درندہ ہی ہے - صلح کی برکتون کا یقین رکھنے اور امن و امان کے فائدون سے واقف ہونے پر بھی ادنی سی چھیڑ پر لڑ ہی پڑتا ہے -

اگلی غیر مہذب لڑائیون کے بعد اب ہم مہذب لڑائیون کا ذکر کرتے ہین - اُن کا آغاز نپولین بونا پارٹ کی الوالعزمیون سے ہوا - جس نے سارے یورپ اور مصر و شام مین ہل چل ڈال دی اور اپنی ملک گیری کی ہوس پر لاکھون آدمیون کی قربانی چڑھائی - اُس کے بعد اسی تہذیب کا تقاضا ہوا کہ دولت عثمانیہ کو جس سے یون پیش پانا دشوار تھا رفتہ رفتہ کمزور کیا جائے - پہلے نویرینو کی بحری لڑائی مین زبردست دول یورپ نے مل کے عثمانی بیڑے کو بالکل تباہ و غرق کر دیا - اور ہزارون آدمی بحر فنا مین غرق ہوے - پھر کریمیا کی لڑائی ہوئی جس مین مہذب دول یورپ کا مقصد یہ تھا کہ روسی اثر جنوب مین بڑھنے نہ پائے - اور ترکون کو کسی قسم کا فائدہ نہ ہو - لکھوکھا خلقت اس لڑائی مین بھی ضائع ہوئی - اسکے بعد فرانس و جرمن کی پہلی لڑائی ہوئی جس مین لاکھون بندگان خدا جرمنی کے شوق ملک گیری پر بھینٹ چڑھے - بعد ازان روسیون اور ترکون کی لڑائی ہوئی جس کے لیے ایک زمانہ سے اُنکے صوبون مین فساد کرایا جاتا تھا - اُنکے وزرا کو رشوتین دی جاتی تھین - اُنکی رعایا مین شورش پیدا کرائی جاتی تھی آخر لڑائی چھڑ گئی - اور تہذیب و بدتہذیبی دونون طریقون سے لاکھون آدمی دونون حریفون کی فوجون اور رزمگاہ کی [illegible] سے قتل ہوے - ترکون نے آخر کئی صوبے آزاد کر کے جان چھڑائی [illegible] ... کرنے لگے - مگر زبردست فتنہ پردازون کی [illegible] ایک کمزور [illegible] کا کیا زور چل سکتا تھا - کبھی مین سے [illegible] مہذب [illegible] عام مشغلہ تھا کہ جب کوئی اور فکر نہ ہوتی

اور معمولی باتون پر ہو جایا کرتا ہے - دل اسکو مشکل سے گوارا کرتا ہے کہ جس[ے] ہم چاہتے ہین وہ کسی اور کی طرف متوجہ ہو یا کسی دوسرے سے باتین کر[ے] لیکن ایسا تھا بھی تو توتے کی شکایت کیا کرتے - ہمارے عاشق مزاج رقیب سے جلتے ہین - اور جلنے ہی کی وجہ سے اُس کی شکایتون کا دفتر کھول دیا کرتے ہین گر توتے کی رقابت مین کیا خصوصیت ہے کہ اُس کا نام بھی نہین لیا جاتا - غرض ہمارے نزدیک اسکی کوئی صحیح توجیہ نہین ہو سکتی - اور در اصل عاشقانہ شاعری کی یہ بڑی فروگذاشت گذاشت ہے - لہذا ہمارے شعرا کو چاہیے کہ ابھی اس غلطی کا اعتراف کرین - اور آیندہ توتا مضامین حسن مین ضرور شامل کر لیا جائے -

توتا علاوہ حسینون کا محرم راز ہونے کے خود بھی حسن کا ایک مکمل نمونہ ہے - اُس کی سُرخ یاقوت کی سی چونچ جو پری چہرون کی ناک کے مشابہ ہے کس قدر خوبصورت ہے؟ اسکی نازک اندامی کیسی دلکش ہے؟ اور پھر اس نزاکت پر اُس کا بہشتی سبز حلہ جو ظاہر کرتا ہے کہ وہ خاص جنت سے حورون کے ہاتھ سے سیا ہوا جوڑا پہن کے دنیا مین آیا ہے - اور جنت سے نہین آیا تو کسی ناز آفرین و شوخ طبع محبوبہ نے اُسے اپنا دھانی دوپٹہ اُڑھا دیا ہے - یہ سب چیزین ایسی ہین کہ اس نازک اندام و خوش جمال طائر کو بجائے خود ایک محبوب دلربا ثابت کر رہی ہین -

عالمگیر قتال مغرب

دنیا والون کی آج تک ہمیشہ کٹتے مرتے ہی گذری ہے - یہ سب جانتے [ہی]ن کہ امن و امان سے بہتر کوئی نعمت نہین - تہذیب اور علمی ترقی ہمیشہ یہی تعلیم [دیتی] ہے کہ صلح جوئی سے بہتر کوئی اخلاقی خوبی نہین ہے - انسان کا نام انسان [اسی] لیے رکھا گیا ہے کہ اس مین اُنس اور میل جول کے جذبات ہین - اور [...] درندون کی طرح ایک دوسرے کے خون کا پیاسا رہنا اُس کا کام نہین

انگریزون مین بھی ہمارے یہان کی طرح توتے کے باتین کرنے کے صدہا واقعات مشہور ہین - چنانچہ رابنسن کروسو کے افسانے مین جو بعض لوگون کے نزدیک تاریخی واقعہ ہے ایک توتے کی باتون کا ذکر ہے - جس نے غربت و بیکسی مین اُس کی مدد کی تھی -

اسی وجہ سے یورپ کی مہ جبین دلربائین بھی توتے کی دلدادہ ہین - دربارِ حسن مین توتے نے اپنی باتون سے ایسی خصوصیت حاصل کر لی ہے کہ ہر پری جمال نازنین کا محبوب دوست اُس کا توتا ہی ہوا کرتا ہے - فسانہ عجائب ایک فرضی قصہ ہے اور اُس مین داستان کا آغاز توتے ہی سے ہوا ہے - جانعالم نے ایک بولتا توتا مول لیا - گھر مین لایا - اُس کی ملکہ نے اپنے حسن پر ناز کیا - توتے نے اُسکے حسن کی مذمت کر کے ایک دوسری مہ جبین انجمن آرا کے حسن کی تعریف کی - اور جان عالم کو اُس کا عاشق بنا کے دیوانہ بنا دیا -

اس قصے مین توتے کا خیال غالباً پدماوت کے واقعے سے لیا گیا ہے - لہذا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی حسن وعشق کے عالم مین توتا کیا چیز ہے - اور حسینون کے ساتھ اُسے کیسی خصوصیت ہے - اسی کا ایک کرشمہ یہ ہے کہ جس طرح ہندوستانی دیومالا مین حسین دیویون کے خاص خاص شعار اور باہنے مقرر کر دیے ہین - مثلاً کسی دیوی کا شعار مور ہے - کسی کا شعار یہ ہے کہ ہاتھی اُس پر ہار چڑھا رہا ہے - اُسی طرح یہان کی عام دل رُبا نازنینون اور پری وش مہ جبینون کا شعار اور باہنا اکثر توتا قرار پایا ہے - اگلے مصورون نے اگر کسی معشوق کی تصویر بنائی ہے تو اُس کے پاس ایک توتا بھی بنا دیا ہے - جس سے باتین کر کر کے وہ خوش ہو رہی ہے - عشرت کدۂ نازنین وہی اُس کا دل بہلانے والا مونسِ تنہائی ہے - اور اُسی پر اُسکے دل کے جذبات آشکارا ہوتے ہین -

محبوبون کے ایسے رفیق و انیس کی طرف سے حسن پرست شاعرون کا اس قدر غافل ہو جانا بڑی حیرت کی بات ہے - کیا وہ اُسے اپنا رقیب سمجھے؟ ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہین - اس لیے کہ رقابت کا وہم ادنیٰ ادنیٰ چیزون

کرتا اور سمجھ کر بات کا جواب دیتا۔ سلطان بہادر اُسے ایسا چاہتا تھا کہ سونے کے پنجرے میں رکھتا تھا۔ شاہانہ اہتمام سے اُس کی داشت کی جاتی اور خلوت و جلوت میں ہر گھڑی فرمان روائے گجرات کا مونس و ہمدم رہتا۔ جب وہ ہمایوں کے سامنے پیش ہوا اور اُسکی صفت بیان ہو رہی تھی کہ چوبداروں نے عرض کیا "رومی خان حاضر ہے"۔ اُسے باریابی کی اجازت دی گئی۔ اور جیسے ہی وہ تخت شاہی کے سامنے آکے آداب بجالایا۔ توتے نے اُس کی صورت دیکھتے ہی کہا "پھٹ پاپی رومی خان نمکحرام" توتے کے اس کلمے کے ساتھ ہی رومی خان کی آنکھیں ندامت سے جھک گئیں۔ سارا دربار متحیر ہو گیا۔ اور ہمایوں نے کہا "رومی خاں۔ چکنم کہ جانور ست ورنہ زبانش می بریدم"۔ یعنی رومی خان کیا کروں مجبور ہوں کہ یہ جانور ہے ورنہ اس کی زبان کاٹ لیتا۔

توتے کی زبان آوری و زبان دانی کے صدہا قصے ہماری صحبتوں میں مشہور ہیں۔ جن میں چاہے کسی قدر مبالغہ ہو مگر اصلیت سے خالی نہیں ہیں۔ خود ہمارے گھر میں ایک توتا تھا جس کا پنجرا دروازے کے قریب لٹکا رہتا۔ جہاں دروازے پر کسی فقیر نے صدا لگائی وہ بے تکلف کہہ دیا کرتا "شاہ جی لیتے جاؤ"۔ فقیر کسی چھوٹے بچے کی آواز خیال کر کے اُس قسم کی دعائیں دیتے جیسی کہ بچوں کو دی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہی یہاں کے ایک اور [illegible] بولی توتے کا واقعہ ہے کہ گھر تمام لڑکے ایک محترم بزرگ خاندان کو [illegible]با" کہا کرتے۔ توتا بھی اُنکو بابا کہنے لگا۔ ایک دن اُس کا پنجرا بالا خانے [illegible] لٹکا ہوا تھا کہ ایک بڑا بھاری بندر آکے اُسکے پنجرے کو اُٹھائے چلا۔ ساتھ ہی [illegible]قتے غل مچایا "ارے بابا! ارے بابا!" سب کو خبر ہو گئی۔ اور پنجرا بندر [illegible] ہاتھ سے چھینا گیا۔

یہ واقعات بتا رہے ہیں کہ توتا فقط بولیاں نہیں سیکھتا بلکہ بعض اوقات [illegible] میں اتنی عقل آجاتی ہے کہ سمجھ کے بات کا جواب دینے لگتا ہے۔ یا اپنی سیکھی [illegible] بولیوں کو ٹھیک موقع اور صحیح محل پر استعمال کرنے لگتا ہے۔

اہم فروگذاشت قابل معافی نہین ہوسکتی۔

توتا اور مینا دونون حسینون کے پیارے مصاحب ور محفل جانان کے زبان آور و بذلہ سنج قدیم ہین۔ مگر بہشتی خلعت پہننے والے توتے کو دلدار نازآفرین کی ہمصحبتی کا جس قدر موقع ملا ہے بھولی بھالی سیہ پوش مینا کو نہین نصیب ہوا۔ ہندوستان کی مشہور و معروف ہوش پدماوت کا سب سے بڑا ہمدم و ہمراز اور دلداری کرنے والا مصاحب وہ عجیب و غریب توتا تھا جسکے لیے پہلے پہل "ہیرامن" (جواہر طبع) کا خطاب تجویز کیا گیا۔ اور جسکی برکت سے اُس کی ساری نوع یعنی ہر توتے کا نام "ہیرامن" قرار پایا گیا۔

اور توتے تو فقط سنے سنائے فقرے زبان سے ادا کر دیا کرتے ہین مگر ہیرامن کو خدا نے زیور عقل سے اس قدر آراستہ کیا تھا کہ پدماوت سے بے تکلف باتین کرتا۔ اُس کی سُنتا۔ اپنی کہتا۔ اور مشکل معاملون مین مشورہ دیتا۔ اسی قدر نہین۔ اس توتے نے چتوڑ کے راجہ رتن سین کے ساتھ اُسکی نسبت ٹھہرائی۔ عالم حسن و عشق کا نامہ بر بنا۔ محبوب کا سفیر بن کے گیا۔ اور جواب لایا۔ جن واقعات کو بھاکا کے جادو بیان شاعر ملک محمد جائسی نے اپنی منظوم کتاب پدماوت مین تفصیل و تشریح سے بیان کیا ہے۔

اس توتے کے حالات کو اکثر لوگ ایک بے بنیاد کہانی خیال کرتے ہین۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ مگر توتے کی گفتگو مین اکثر سمجھ اور ارادہ پایا گیا ہے اور بعض اوقات اُس نے ایسی ہوش و حواس کی باتین کین کہ سننے والے دنگ رہ گئے۔ چنانچہ تاریخ گجرات "مرآۃ سکندری" مین مذکور ہے کہ دولت مغلیہ کے بانی شہنشاہ ہمایون نے گجرات کے فرمانروا بہادر شاہ پر فوجکشی کی تو قلعہ چانپانیر کا محاصرہ کیا جو بہادر شاہ کا مستقر اور اُسکی قلمرو کا سب سے زبردست قلعہ تھا۔ رستم خان بہادر کا معتمد علیہ سپہ سالار اور میر آتش یعنی مہتمم توپخانہ رومی خان ہمایون سے مل گیا۔ اور اپنی سازش سے قلعہ پر ہمایون کا قبضہ کرا دیا۔ تو جب وہان کا مال غنیمت ہمایون کے دربار مین پیش کیا گیا تو اس مین ایک توتا بھی تھا جو آدمی کی طرح باتین

نگہبانی کر رہے ہین اُس مین بھی بہت کچھ انقلاب ہوگیا ہے۔ بازاری کسبی اور ہندو بنیے کی جورو دونون کا حُسن ماند پڑ گیا۔ مارواڑی بنیے کی بہو کا حُسن وجمال اور گھونگھٹ تو وہی ہے مگر نازبھرا ہاتھ جو ایک نزاکت کے خم کے ساتھ آگے بڑھا رہتا تھا ٹوٹ گیا۔ اس عالمِ گِل کی کئی دلفریب مورتین غائب ہوگئین۔ غرض سب کو زوال اور انقلاب نے کچھ نہ کچھ نقصان پہونچا دیا۔ اپنی حالت پر قائم ہین تو وہی دونون بلڈاگ جنھون نے جامِ خضر کا جھوٹن پی کے ابد کے دامن سے اپنا دامن باندھ لیا ہے۔

اب بھی جب کبھی اُس کمرے مین جایئے تو ایک عبرتناک سنّاٹے کے دُھندلکے مین سب کے آگے یہ بُلڈاگ کی جوڑی نظر آتی ہے جو ہر آنے والے کی نگاہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور خوفناک خاموشی کے اندر یہ منظر دیکھ کے ...ل دہل جاتا ہے کہ ایک طرف ہمارے دوست کورٹ انسپکٹر صاحب اپنے ...گ جھکے ہوے سر کو دونون ہاتھون سے پکڑے بیٹھے ہین اور سامنے آتشدانے ...ی کانس پر یہ دونون کتے تیار ہین کہ اِس خاموش عزلت گاہ اور اس حریم ...رت مین جو کوئی قدم رکھے اُس کی صورت دیکھتے ہی بے اختیار بھونک اُٹھین۔ اصل یہ ہے کہ اب تو ہم بھی اُن کتون سے خائف ہین کہ دیکھیے ہمین ... زندہ چھوڑتے ہین یا نہین۔ اور سامنا ہوتے ہی اکثر اُن کی طرف دیکھ کے ...ین یہ شعر پڑھ لیا کرتے ہین

ندانم کہ تیرِ خدنگِ قضا
مرا بشکند پیشتر یا ترا

ہیرامن توتا

ہمارے شاعرون نے بُلبُل اور پپیہے وغیرہ کی نغمہ سنجی وشوریدہ بیانی ...پنے پُرسوز کلام مین جابجا فائدہ اُٹھایا۔ مگر سرخ رُو و زمردین پیرہن ...طرف کبھی توجہ نہ کی جو پری جمال مہ جبینون کا پرانا انیس صحبت اور ...م و ہمراز ہے۔ جو لوگ سگِ لیلیٰ کے دلدادہ ہون اُن سے اتنی بڑی

وہی ہے - ہنسی وہی ہے - مذاق سخن اور بذلہ سنجی کا ذوق وہی ہے - مگر اس سانحہ عظیم کے بعد والے عبد العزیز اگلے عبد العزیز کی طرح جفاکش - مستعد اور پتھر کے بنے ہوے نہین بلکہ شیشے کے بنے ہین - سمجھتے ہین کہ گھر سے باہر نکلے یا دہلیز کے باہر قدم رکھا اور ٹوٹ گئے - مجال نہین کہ اپنے مسکن کو چھوڑین اور کسی چیز کی ٹھیس نہ لگ جائے -

بعض با مذاق طبیبون نے یہ شگوفہ چھوڑا کہ یہ خرابی تجرد کی وجہ سے ہے شادی ہوتے ہی سب شکایتین رفع ہو جائین گی - چند لوگون نے منع بھی کیا مگر بعض احباب اس طرح سر ہوے کہ جھٹ پٹ دلھن بیاہ ہی لائے - اور چٹ منگنی پٹ بیاہ کا تماشا نظر آ گیا - مگر اب بھی ہمارے دوست کا جسم شیشے ہی کا تھا - اتنا بھی تو نہ ہوا کہ گرم پانی کا تاؤ دی ہوئی چمنی کی طرح شیشے کے اس نازک جسم مین تھوڑی ہیئت تاثم النار ہی پیدا ہو جاتی - بہر حال اب ہمارے دوست بالکل بدلے ہوے ہین - اور جس دماغ نے دنیا مین بڑے بڑے کام کیے تھے - جو نازک سے نازک پیچیدگیون کو گھڑی بھر مین صاف کر دیا کرتا اور جو بڑی بڑی گتھیون کو سلجھا دیتا تھا آج مصداق ع

"دماغ نازکے دارم ز خود بسیاری ترسم"

سوا اپنے شیشہ جسم کی حفاظت کے اور کسی کام کا نہین - لاکھ چاہا کہ دماغ سے اگلا کام لین مگر اُس نے قطعاً جواب دیدیا - اور سوا اسکے کہ وظیفے کی درخواست دے کے خدمت سے علیحدہ ہو جائین کوئی مفر نظر نہ آیا -

اب ریٹائر ہو جانے کے بعد وہ صحبت ہی درہم و برہم ہو گئی - جو لوگ روز روز دو وقتہ حاضری دیا کرتے تھے اُن کی صورتین برسون بلکہ زندگی بھر کے لیے نظر سے اوجھل ہو گئین - کمرے مین ہر وقت جو جمگھٹا لگا رہتا تھا خواب و خیال ہو گیا - اور اگر بھولے سے کوئی آ نکلتا ہے تو یہان کا سناٹا دیکھ کے بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے کہ "حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد"

یہ سب ہو گیا - مگر وہ پلنگ اگر گئے اُسی ٹھاٹ، اُسی وضع - اور اُسی شان سے اُس عالم گلی کے پہاٹک پر بیٹھے ہوے ہین - جس چمنستان کی وہ

مگر سب سے زیادہ نمایاں اور خوب متاثر ڈو بلڈاگ کتے ہیں جو کانس کے دونوں سروں پر منہ کھولے نیم خیز بیٹھے ہیں کہ اگلے دونوں پاؤں کھڑے ہیں۔ گویا بڑی مستعدی سے اس عالم تمثال اور اس گلی صنم خانے کے دروازے پر بیٹھے پہرہ دے رہے ہیں۔ یہ کتے تمام تصویروں سے بڑے اور سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ اور اپنے پہرے کی جگہ پر اس مستعدی سے ڈٹے ہوئے نظر آتے ہیں کہ آنے والے کی نظر سب سے پہلے انھیں پر پڑتی ہے اور دیکھنے والے کے صفحۂ دل پر نقش ہو جاتی ہے

ہم جب حاضرین کی بیہودہ گفتگو سے عاجز آتے اسی ہمنستان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اور وہاں اُنھیں کتوں پر نظر پڑتی۔ اس عالم میں آنے جانے والوں کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ ان بلڈاگوں کا سامنا نہ ہو۔ یونہیں دیکھتے دیکھتے یہ کتے اس قدر خیال میں جم گئے کہ پیچھا چھڑائے نہ چھوٹتا۔ اور کہیں ہوں اور کسی صحبت میں ہوں اپنے دوست انسپکٹر صاحب کے مکان کا خیال آیا اور خود اُن سے پہلے یہ ظالم کتے نظر کے سامنے آ کے موجود ہو گئے۔

زمانے نے اپنی عادت کے مطابق پلٹا کھانا شروع کیا۔ کورٹ انسپکٹر صاحب کے نہایت ہی عزیز اور نیک نفس و فرشتہ سیرت بھائی نے نہایت ہی حسرتناک طریقے سے سفر آخرت کیا۔ اور کئی اور بھی جیتی جاگتی صورتیں ناک میں مل گئیں۔ خود ہمارے دوست عبدالعزیز صاحب اپنے ایسا مہربان ڈاکٹر کی عنایت سے اٹروپیا کا جام زہر پی کے ایسے پڑے کہ جینے کی کوئی امید نہ تھی مگر مسیحا نفس ڈاکٹر کی معجز نمائی نے انھیں بستر مرگ پر سے اُٹھا کے کھڑا کر دیا۔ اور ساری دنیا حیرت زدہ تھی کہ مردہ کیسے جی اُٹھا؟ خیر خدا خدا کر کے خطرہ دور ہوا اور غسل صحت بھی ہو گیا۔ مگر چوٹ ایسی نہ تھی کہ دور ہو نے پر بھی اُس کا کچھ نہ کچھ اثر نہ باقی رہتا۔ نظر میں ایک اضطراب پیدا ہوا اور دماغ اوہام باطلہ کا مرکز بن گیا۔

پہلے تو ہم نے مدت دراز کی جدائی کے بعد اُن میں تغیر پایا تھا اب کی آنکھوں سے دیکھتے ہی دیکھتے وہ کچھ سے کچھ ہو گئے صورت وہی ہے شکل

تختوں کا چوکا بچھا ہے - ایک جانب میز اور چند کرسیاں ہیں - لوگ کچھ کرسیوں پر ہیں کچھ تخت پر - اور کسی مقدمے کا تذکرہ چھڑا ہوا ہے - دیواروں پر ہمارے کوٹ صاحب کے اگلے مذاق مصوری کی یادگار چند تصویریں ہیں - تختوں کے پاس صدر میں ایک دیوان خانہ بنا ہوا ہے - جسکے اوپر والے کالنس کے اوپر کی الماری - اور الماری کی اوپر والی محراب - تینوں دلچسپ کھلونوں اور مٹی کی مورتوں کے مرکز بنی ہوئی ہیں - سب کے اوپر ایک پرانی دولت مغلیہ کے سچے حسن وعشق کی تصویر ہے جس میں جہانگیر و نورجہاں کی عاشقانہ زندگی کا ایک ولولہ خیز کرشمہ اور بیتاب کر دینے والا منظر دکھایا گیا ہے - اسکے نیچے محراب کے اندر چند مٹی کی مورتیں ہیں جن میں لکھنؤ کے صاحب کمال کمہار نے اپنے ہاتھوں سے مصور کے موقلم اور شاعر کی خیال آفرینی کے کمال یکجا کر دیئے ہیں - ایک رنڈی حسن فروشی کے شرمناک غرور پر کھڑی اترا رہی ہے - ایک دیسی بنیے کی جوان بن ٹھن کے گھر میں کھڑی ہوئی ہے کہ بجس میاں پر اپنی موہنی صورت کا جادو ڈالے - ایک مارواڑی دکاندار کی پری جمال بہو گھونگھٹ نکالے - ایک ہاتھ میں لہنگا سنبھالے اور دوسرے ہاتھ کو ایسی کافر ماجرائی کی ادا سے ایک نازک لوچ خم کے ساتھ آگے بڑھائے میکے سے سسرال جا رہی ہے کہ قلم اُس کی اداؤں کے ادا کرنے سے عاجز ہے - ایک ہندو جٹا دھاری بے نیازی کے لباس میں ہوس پرستی کے کرشمے دکھا رہا ہے - اور ان سب کے بیچ میں ایک نواب صاحب سر پر ٹیڑھی ٹوپی جمائے کھڑے ہیں گویا نظر بازی کا ٹیکا انھیں سینوں کے مجمع میں کھینچ لایا ہے -

اس محراب کے نیچے آتش خانے کی کالنس پر ایک سلونی اور چنچل مسلمان دھوبن کندھے پر کپڑوں کی گٹھری ڈالے - بانکے پن سے کھڑی اپنے شوخ دیدوں سے بتا رہی ہے کہ جوانی اور حسن کی دولت خدا کسی رذیل کو نہ دے - اُسکے برابر ہی ایک بدقطع دھوبی فقط دھوتی باندھے اور کپڑوں کی گٹھری لیے کھڑا ہے - اور بتا رہا ہے کہ ان بی صاحبہ کی اصلی حقیقت یہ ہے - پڑن چڑھے اُن کا دماغ عرش پر پہونچ جائے -

اس کو بھی ایک مدت گذر گئی - چند روز بعد سُنا کہ ہمارے دوست لکھنؤ کے کورٹ انسپکٹر ہو گئے - لیکن اب یہ بے دست و پائی تھی کہ وہ تو لکھنؤ مین آئے اور ہم حیدر آباد مین تھے - آخر تھوڑے دنوں ترسا کے زمانہ ہمین بھی لکھنؤ مین لے آیا - مگر یہان آنے کے بعد بھی ہم ایک زمانے تک کچھ ایسے افکار مین پھنسے رہے کہ ملنے کی نوبت نہ آئی - مگر کب تک ؟ پرانی کشش نے زور باندھنا شروع کیا - اور آخر اُن کے دروازے تک کھینچ ہی لے گئی - پولیس کی ملازمت نشیب و فراز زمانہ کے تجربون - اور عہدے کی ترقیون نے اب اُنھین وہ پرانا عبدالعزیز تو باقی نہین رکھا تھا - لیکن ہان دو چار اگلی ادائین باقی تھین جنھون نے یقین دلایا کہ چاہے وہ پرانا عبدالعزیز نہ ملے مگر یہ نیا عبدالعزیز بھی مزے کا ہے - اگلی سادگی کے اوپر متانت و معاملہ فہمی کا غلاف بیشک چڑھ گیا ہے مگر بے تکلفی زندہ دلی اور یار باشی بتا رہی ہے کہ اگر یہ وہ پرانا دوست نہین تو اُسے یاد ضرور دلاتا ہے - اس زندہ دلی کے اندر خلوص کے رنگ کی بھی ہلکی سی جھلک دکھائی دی - اور مجھے ع "بندۂ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد" پھر ہمین محبت کا بندہ بنا دیا - غرض اگلا اُنس تازہ ہو کے ترقی کرنے لگا - اور یہ حالت ہو گئی کہ دنیا کے جھگڑون سے چھٹی ہوئی اور اپنے دوست کے پاس بیٹھے ہین -

ہمارے دوست پولیس کے ایک ذی اقتدار اور صاحب اثر عہدہ دار تھے - اور ہر وقت اُن کے گرد افسران پولیس کا مجمع رہا کرتا جو چیز ہمین کبھی کبھی گران گذرتی - مگر اُن کانٹون کی طرح برداشت کر لیا کرتے جو گلچینی کے وقت اکثر ہاتھون مین چبھ جایا کرتے ہین - ہمین ادبی مذاق اور جام شاعری کے نشے نے دنیاوی ہنگامون سے غافل و بے پروا کر دیا ہے - چنانچہ لوگ تو ہمارے دوست کی صحبت مین جب دیکھیے مقدمون اور فوجداری عدالتون کے جھگڑون مین مبتلا رہتے مگر ہمارے خیال کو اُنکے کمرے کی صرف اُن چیزون سے واسطہ رہتا جو ہمین آسانی کے ساتھ واقعیت کے پر خطر میدان سے نکال کے خیال آرائی کے پُر لطف باغ میں پہونچا دیتین -

غرض ہماری اور ہمارے دوست کی صحبت کا یہ رنگ ہوتا کہ کمرے مین

نہین بدلتی نہ اُن کی صورت و حالت مین کوئی فرق آنے پایا ہے اور نہ اُنکے انداز و عمر مین کوئی تغیر نمودار ہوا - لندن کے تصویر دار رسالہ "اسکیچ" مین مدّت تک ایک دلچسپ سلسلہ "ایز مین ایز ڈاگ" یعنی جیسے میان ویسا کتا" مدتون جاری رہا - جس مین عجیب عجیب عنوانون سے دکھایا جاتا کہ کتا ویسا ہی ہے جیسے اُس کے میان ہین - بخلاف اسکے یہان کتے کو میان سے کوئی نسبت نہین ہے -

ہمارے دوست منشی عبدالعزیز صاحب بڑے قابل - ذہین - طبّاع - زندہ دل - یارباش اور نہایت ہی خوش مذاق واقع ہوے ہین تیس سال کا زمانہ ہوا کہ ایک خاص موقع پر کانپور مین اُن سے ملاقات ہوگئی - اور اُنھین باوجود پولیس کی ملازمت کے ادبی مذاق اور انشا پردازی کے مشغلے مین مصروف دیکھ کے ہم نہایت ہی محظوظ ہوے - ہم مذاقی عجیب چیز ہے اور دنیا مین سب سے بڑی نعمت الٰہی یہی ہے - پہلی صحبت مین اُن سے اس قدر اُنس ہوگیا کہ ایک گھڑی بھر کا ملنا مدتون کے لیے پر لطف یادداشتون کا ایک بڑا بھاری ذخیرہ دماغ مین جمع کر دیا کرتا - مگر افسوس یون مل کے جو چھوٹے تو مدتون صورت نہ دکھائی دی - اور وہی ہوا جو کسی شاعر نے کہا ہے کہ ع

او بصحرا رفت وما در کوچہ ہا رسوا شدیم

اس عہد فراق مین ہم تو عالم خیال مین بارہا اُن سے ملے - مگر نہین معلوم اُن ملاقاتون کی اُنھین بھی خبر ہوئی یا نہین - ایک مدت کے بعد اُن کے ادبی مذاق کا یہ نمونہ نظر آیا کہ "اخلاق عزیزی" نام ایک نہایت ہی اعلیٰ درجے کی اخلاقی کتاب کہین سے ہاتھ آگئی جس کی لوح پر لکھا تھا - "یہ قدیم الایام کے حکیم سنیکا کی کتاب ہے جسکا ترجمہ منشی عبدالعزیز صاحب نے کیا ہے" - دیکھتے ہی

"پسلی پھڑک اُٹھی نگہ انتظار کی"

اور شوق ملاقات نے جوش مارا - مگر ملنا آسان نہ تھا - دل کو یہ کہ کے تسلی دے لی کہ "نہین ملتے نہ سہی" - یہ کیا کم ہے کہ اپنے قدیم علمی مشغلے کو نہین بھولے

اُرین نہین ہین تو پھر کوئی وجہ نہین کہ گورنمنٹ ہندوون کے پولیٹکل مصالح کے لحاظ سے اُن کو خواہ مخواہ ہندو بنا دے - ایسے غریبون تھوڑی حیثیت رکھنے والون اور ہر معزز دربار سے نکالے ہوؤن کے لیے صرف اسلام اپنا آغوش شوق کھولے ہوے ہے - اور ایک کلمۂ توحید کے اظہار کے ساتھ ہی آنکھون پر بٹھانے کو تیار ہے -

---

مگر افسوس کہ ہندوستان کے خود پرست مسلمانون نے ہندوون سے مانگی ہوئی شرافت پر نازان ہو کے اپنے آپ کو ہندو بنا لیا - اب بھی وہ آریہ ورت والون کی طرح کسی کو اپنے برابر نہین سمجھتے - خیر شرافت تو مل گئی - گو وہ کرایہ کی ہو - اگرچہ نور اسلام رخصت ہو گیا -

---

مسلمانون کو اُنکے اس مرض کی جانب ہم نے اگست کے دلگداز مین توجہ دلائی تھی - جسے پڑھ کے اور کسی کے کان پر تو جون بھی نہ رینگی - مگر اڈیٹر صاحب اخبار نور (قادیان) بڑے زور و شور سے ہماری تائید پر آمادہ ہو گئے - اُنھون نے مسلمانون کے اس مشرکانہ تبختر کے وہ ایسے عبرتناک نمونے دکھائے جنھین پڑھ کے شرم آتی ہے - وقت آگیا ہے کہ اب اس کی طرف عملی توجہ کیجائے -

---

ہمارے دوست کورٹ انسپکٹر صاحب کے بلڈاگ

ہمارے دوست منشی محمد عبد العزیز صاحب سابق کورٹ انسپکٹر لکھنؤ اگرچہ بفضلہ تعالیٰ زندہ و سلامت ہین - مگر وہ نہین رہے جو تھے - صورت وہی ہے - آواز وہی ہے - باتین وہی ہین - مگر مزاج اور خیالات مین زمین و آسمان کا فرق ہو گیا - خلاصہ یہ کہ وہ پُرانے دوست عبد العزیز ہی نہین باقی رہے - مگر اُنکے اردلی کے کتون نے کچھ ایسی عمر ابد اور لازوال ہستی پائی ہے کہ اُن کی وضع

"سیکڑون" کی جگہ "سینکڑون"۔ جو لوگ تماکو لکھتے ہین وہ حضرات شنبہ کو شمبہ لکھنے پر کیون نہین آمادہ ہوتے؟ ان چھبیس تیس سال مین ہی لیل و نہار مین تو بدردین (بدر الدین) اسیدی الدین (بدیع الدین) دیکھ لیجیے گا۔

ہندوون اور مسلمانون کے تعلقات کا نازک ہونا خوب گل کھلا رہا ہے۔ اُدھر ہندوون نے مردم شماری مین گنواری اور دیہاتی زبان کو ہندی قرار دے کے کوشش شروع کی کہ ہندی بولنے والون کی کثرت ثابت کرین اور اُردو زبان کو (جس کی نسبت اُنھین عجیب وہم ہوگیا ہے کہ مسلمانون کی زبان ہے گو اُسے وہ خود بھی بولتے ہین) زک دین۔ ادھر آل انڈیا مسلم لیگ نے گورنمنٹ کو اس جانب توجہ دلائی کہ ادنیٰ اور شودر قومون کو ہندوون کے زمرے مین شامل نہ کیا جائے کیونکہ یہ لوگ آرین نہین ہین۔ اور اُنکے دیوتا بھی دوسرے ہین۔ ہندو اُنھین اپنا شریک کرکے اپنی کثرت ثابت کرنے کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہین۔ چاہے ہمارے لوکل ہمعصر ایڈوکیٹ خفا ہو جائین مگر بات معقول ہے۔

اس قسم کے اختلافات سے خیر اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو مگر معاملات کی تحقیق تو خوب ہو جاتی ہے۔ واقعی شودر قومون کو ہندوون کے زمرے مین درج کرنا ہندوون کی توہین ہے۔ کیونکہ وہ صرف مسلمانون کے مقابلہ مین اپنے آپ کو ہندو (یعنی ہندی) کہنے لگے۔ دراصل نہ اُنھین کبھی ہندوون نے ہندو مانا تھا اور نہ وہ خود اپنے آپ کو ہندو خیال کرتے تھے۔ اگر اتنی ہی بنیاد پر وہ ہندو مانے جاتے ہین کہ اُن پر ہندوون کا اثر پڑا ہوا ہے تو پھر سکھون۔ نانک شاہیون۔ کبیر پنتھیون اور اسی طرح کے صدہا گروہون کو مسلمان لکھا جانا چاہیے جو مسلمانون کے اثر سے ہندوستان مین پیدا ہوے ہین۔

اگر گورنمنٹ نے لیگ کے کہنے پر ابھی عمل نہین کیا ہے تو آیندہ کریگی۔ اُسے اپنی کوشش سے دست بردار نہ ہونا چاہیے۔ جب یہ سچ ہے کہ ادنیٰ قوم والے

عشق کے درجے کو پہونچ گئی - لیکن اپنے عشق کا حال وہ کسی پر ظاہر نہ کر سکا کیونکہ بظاہر اُسے نظر آتا تھا کہ اتنی دولتمند اور صاحب جائداد لڑکی سے کیونکر شادی کر سکون گا - لیونلا نہایت حسین شرمیلی لڑکی تھی - وہ بھی دل ہی دل میں فلوریو کے ساتھ محبت کرتی - لیکن کسی کو معلوم نہ ہو سکا -

فلوریو اپنی ترقی تعلیم مین مصروف تھا - کیونکہ اُسے فقط یہی ایک ذریعہ ایسا نظر آیا جس سے دولت پیدا کر کے لیونلا سے بھی شادی کی درخواست کی جا سکتی ہے - اب اُس کی عمر بیس سال کے قریب پہونچ گئی تھی - اور وہ اپنے مکان سے دور کسی شہر مین تھا - دفعتہً لیونٹائن نے اُسے اپنے پاس بلا بھیجا -

فلوریو لیونٹائن کے پاس پہونچا اور اُسی وقت لیونٹائن نے اُس سے کہا "میرے دوست یوڈوشس کو تم سے کچھ ضروری باتین کرنی ہین لہذا تم جا کے اُن سے مل آؤ" یہ کہتے ہی وہ اُٹھ کے فلوریو سے ملا اور آبدیدہ ہو کے اُسے رخصت کر دیا -

فلوریو یوڈوشس کے مکان پر پہونچا - وہ اس کا منتظر ہی تھا - بڑی خاطر سے بٹھایا اور تھوڑی دیر کے بعد اطمینان سے اُس سے اُس کے نسب اور تعلیم و تربیت کا حال بیان کر دیا - پھر آخر مین کہا "دراصل لیونٹائن کی اس محنت اور مشقت کا شکریہ جو اُنھون نے تمھاری تعلیم مین اُٹھائی میرے امکان سے باہر ہے - لیکن اس کا کچھ معاوضہ اگر ہو سکتا ہے تو یہی کہ اُن کی بیٹی کے ساتھ تمھاری شادی کر دی جائے - اس طرح یہ حال معلوم ہو جانے کے بعد تم لیونٹائن کے عزیز ہو گے اور اُنھیں جو صدمہ تمھارے علحدہ کرنے کا ہوا ہوگا کم ہو جائے گا - اور لیونلا بھی اس کے بعد میری بیٹی اور میرے ہی ہان رہیگی اگرچہ وہ یہ نہین جانتی کہ مین دراصل اُس کا باپ نہین ہون لیکن اسے میرے ساتھ بڑی محبت ہے - اور اس محبت کا یہی صلہ ہے کہ اُس کی شادی تمھارے ساتھ کر دی جائے - تم میری جائداد کے مالک ہو اور اب اپنی تعلیم و تربیت کی وجہ سے اُسے ترقی دے سکوگے - لیکن اگر تمھین پہلے سے معلوم ہو جاتا کہ اتنی بڑی جائداد تمھارے قبضہ مین جانے کی تو حصول علم میں ہرگز اتنی محنت

[illegible]

یوڈوشس اور لیونٹائن

ایڈیسن

یوڈوشس اور لیونٹائن دو نہایت غریب لڑکے تھے لیکن دونون سمجھدار اور
نیک تھے۔ دونون نے ساتھ ہی ساتھ تعلیم پائی اور آپس میں ایسی دوستی اور
محبت ہوگئی کہ آخر عمر تک قائم رہی۔ یوڈوشس نے اسکول کی تعلیم ختم کرکے کسی
سرکاری محکمہ مین نوکری کرلی اور اپنی اعلی قابلیت کی بدولت درجہ بدرجہ ترقی
کرتا رہا۔ یہان تک کہ وہ بڑا مالدار ہوگیا۔ لیکن لیونٹائن نے اپنی زندگی
سیر و سیاحت اور مختلف علوم کے حاصل کرنے مین صرف کی۔ اور چند روز
مین اُسے ہرفن سے واقفیت ہوگئی۔ اور سارے ملک مین اُس کے علم و
فضل کی شہرت تھی۔ اُس نے فقط اپنے ہی ملک میں سفر نہین کیا بلکہ دور دراز
کے ممالک میں گیا اور بڑے بڑے بادشاہوں سے ملا تھا۔

اس سیر و سیاحت اور مختلف ملکون کے لوگوں سے ملنے کی وجہ سے
لیونٹائن اپنے زمانہ کا بڑا تجربہ کار عالم ہوگیا۔ اُس کا دوست یوڈوشس مال
و دولت مین ترقی کرتا گیا۔ یہان تک کہ جب دونون کی عمر چالیس سال کے
قریب ہوگئی تو اُنھون نے ارادہ کیا کہ اب اپنی بقیہ زندگی دوستی [illegible] کے
آرام و آسایش مین بسر کردین۔

اس خیال کے پیدا ہوتے ہی دونون اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ
شہرون کے شور و غل کو چھوڑ کے کہین دیہات مین رہین۔ دونون نے اپنی
شادیان کین اور یوڈوشس نے ایک بہت بڑا علاقہ خرید لیا۔ اور لیونٹائن
نے بھی اپنے دوست کے قریب ہی ایک چھوٹی سی زمین مول لے لی۔

ان کی شادی کو ایک سال سے زیادہ زمانہ گذرا ہوگا کہ دونون کے
اولادین ہوئین۔ یوڈوشس کے یہان لڑکا پیدا ہوا اور لیونٹائن کے یہان
لڑکی۔ مگر اسکے ساتھ ہی لیونٹائن کی بیوی نے بھی سفر آخرت کیا۔

ایک فرانسیسی جہاز پر باندھ دیا گیا۔ اُسے صبح سے شام تک محنت کرنی پڑتی اور نہایت خراب قسم کا کھانا دیا جاتا۔ غرض اس دنیا میں اُسے کسی قسم کی امید نہ تھی۔ مگر حالت یہ تھی کہ وہ ہر وقت ہنسا کرتا۔ کبھی فکرمند نظر نہ آتا اور لوگوں سے جو اُسکے پاس رہتے مذاق کرکے دل بہلاتا۔ کبھی وہ گاتا کبھی زنجیروں میں جکڑا ہوا اٹھ ہوتا اور ناچنے لگتا۔ غرض وہ کبھی رنج و افسردگی کو اپنے پاس نہ آنے دیتا۔ بھلا یہ شخص جسکے لیے زندگی ایک عذاب تھی کیوں اس درجہ خوش تھا؟ اصل یہ ہے کہ اُسنے اپنی طبیعت ہی کو ایسا بنا لیا تھا کہ کوئی فکر اُس پر اثر نہ کرتی۔

اسی طرح ایک اور اس سے زیادہ دلچسپ واقعہ سنیے۔ اہل فرانس عیش و عشرت کے دلدادہ ہیں۔ اور اس ہی وہ اب ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ مگر اس کا ثبوت ذیل کے واقعہ سے زیادہ اور کسی طرح نہیں مل سکتا۔ گذشتہ عظیم الشان جنگ کے دوران میں بھی فرانس کے دار السلطنت پیرس کی دلچسپیوں میں بہت کم فرق آنے پایا۔ وہاں کے بعض تھیٹر اتنے بڑے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی ایک وقت میں تماشہ دیکھ سکتے ہیں۔ ایک تھیٹر میں نیا تماشہ نہایت اہتمام سے کیا گیا تھا اور سارے تھیٹر میں ایک کرسی بھی خالی نہ تھی عین اُسوقت جبکہ تماشا ہو رہا تھا جرمنوں نے اپنی لانگ رینج گن سے گولہ باری کی اور ایک گولہ سڑک کے دوسری جانب عمارتوں پر گرا۔ تھیٹر اور اُن عمارتوں کے درمیان صرف ایک سڑک حائل تھی۔ لوگوں میں جو تماشہ دیکھ رہے تھے کسی قدر پریشانی پیدا ہوئی اور کچھ لوگ اُٹھنے کا ارادہ کرنے لگے۔ فوراً تھیٹر کا منیجر نمودار ہوا اور اُسنے کہا کہ ہم اسوقت ایک نہایت دلچسپ سیر میں مشغول ہیں۔ باہر جاکے ہر قسم کی فکروں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اگر ہمارا آخری وقت آ ہی گیا ہے تو اپنی آخری گھڑیاں مصیبت اور تکلیف میں کیوں بسر کریں اسی دلچسپ فرحت بخش سیر میں نہ صرف کر دیں"۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک شخص بھی جگہ سے نہ ہلا اور تماشہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔

اصل یہ ہے کہ کسی مصیبت اور پریشانی کے دفع کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اُسے دل سے بھلا دینے کی کوشش کریں۔ جبتک وہ خیال ہمارے دل میں قائم رہیگا کسی بات میں لطف نہ حاصل ہوگا۔ ہر وقت اُسی فکر میں مصروف رہنے کا سوا اسکے اور کوئی نتیجہ نہیں کہ خود کو پریشان کریں اور ایک دائمی رنج میں مبتلا رہیں۔ اس دنیا میں شاید ہی کوئی دن ایسا ہوگا جب ہمیں کسی قسم [illegible]

خوشی اور رنج کا انحصار طبیعت پر ہے

انسان کو ہمیشہ اپنی گذری ہوئی زندگی اور ابتدائے عمر کے واقعات یاد
کرکے صدمہ ہوتا ہے اور وہ نہایت افسوس کے ساتھ یاد کرتا ہے کہ اب وہ
دن پھر کبھی نہ نصیب ہونگے - ابتدائے عمر مین قدرت کی ہر شئے سے دلچسپی اور خوشی
حاصل ہوتی ہے - اور سب سے زیادہ یہ کہ اُس وقت خوشی کی کوئی انتہا
نہین ہوتی - کیونکہ فکرین بہت کم بلکہ بالکل نہین ہوتین - یا ہوتی ہین تو فقط
[illegible]ارضی - اور ساری دنیا مین جس چیز پر نظر پڑ جاتی ہے وہ ہماری خوشی اور
فرحت کا باعث بن جاتی ہے - مگر افسوس کہ بعد کی عمر مین یہ حالت قائم نہین
[illegible]ہ سکتی - جس قدر فکرین زیادہ ہوجائین گی دنیا کی اور کسی چیز پر نظر ہی نہ پڑیگی -
[illegible]بلکہ ہم اُنھین فکرون سے ہر وقت پریشان رہین گے - اب ہم جس چیز کو
[illegible]دیکھتے ہین اُس نظر سے نہین دیکھتے جس طرح پہلے دیکھا کرتے تھے - لہذا
[illegible]ی خوشی اور فرحت بھی حاصل نہین ہوتی جیسی پہلے حاصل ہوا کرتی تھی -
[illegible]ہے یہ معلوم ہوا کہ خوشی اور رنج دراصل کوئی چیز نہین - دراصل ہماری
[illegible]ت ہے جو ایک شئے کو خوشی اور دوسری کو رنج بنا دیا کرتی ہے -
اگر ہماری طبیعت خوش ہے تو ہر چیز سے جسے ہم دیکھتے ہین ایک قسم کی
[illegible]ت اور دلچسپی پیدا ہوگی - لیکن اگر ہم پریشان ہین تو کوئی دلچسپ ترین
[illegible]ی ہمین خوش نہین کرسکتا -

[illegible]یورپ مین دو سو سال قبل تک یہ عام رواج تھا کہ مجرم قیدی جیلخانون
[illegible]ن رکھے جاتے تھے بلکہ وہ زنجیرون مین باندھ کے کسی خاص مقام پر
[illegible]نے کے لیے بھیج دیے جاتے - اکثر قیدی جو ساری عمر کے لیے قید
[illegible]تے اُنھین جہازون پر باندھ دیتے تاکہ وہ جہاز کی بلّیان چلائین - وہ
[illegible]ہر دن رات بندھے رہتے اور جب ضرورت ہوتی بلیان چلاتے - دوسرے
[illegible]ین کھانا پانی پہونچا دیا کرتے - اسی طرح ایک شخص ساری عمر کے لیے

کو انھون نے نا عاقبت اندیشی سے تلف کر دیا مگر پھر بھی اس وقت تک اچ[illegible]
لٹریری قابلیت سے معزز زندگی بسر کرتے رہے - یورپ مین اس قسم کے لوگون
کی ایسی قدر دانی ہوتی ہے کہ وہ آخر تک اپنی زندگی اچھی طرح نباہ جاتے
ہین - مگر ہندوستان کی پبلک نے ابھی تک اس قسم کا کوئی کام نہین کیا - بابو
گنگا پرشاد نے جس کام کی تحریک کی ہے وہ در اصل نیا ہے - مگر وہی اس کار خیر
کے محرک ہو بھی سکتے تھے - منشی سجاد حسین صاحب اُن لوگون مین ہین جنھون
نے اول سے آخر تک اُن تمام مسائل مین جو ہندو مسلمانون مین مختلف فیہ رہے
ہمیشہ مسلمانون سے اختلاف کیا - سر سید اور تمام مسلمان لیڈرون پر سب سے
بڑے طعن و تشنیع کرنے والے وہی تھے - کانفرنس اور تمام اسلامی تحریکون سے
ہمیشہ اختلاف رہا اور کانگرس کے اول درجے کے طرفدار رہے - کچھ انھین
چیزون پر منحصر نہین ہے - عموماً جو باتین مسلمانون مین مقبول ہوئین منشی سجاد حسین
صاحب نے انھین ہدف سہام ضرور بنایا - معاملات [illegible]
وہ ذاتیات پر حملہ کرنے مین بھی دریغ نہ کرتے تھے - نواب محسن الملک اور
مولانا حالی کی ذات پر جیسے شرمناک حملے اودھ پنچ نے کیے اُن سے کبھی
کوئی شریف شخص خوش نہ ہو سکا - اس لحاظ سے سچ یہ ہے کہ بابو گنگا پرشاد ہی
اس کار خیر کی تحریک کے لیے نہایت موزون شخص تھے - مسلمانون کا فرض ہے کہ
اُن کا ہاتھ بٹائین اور یقین جانین کہ جس خاص مذاق کے [illegible] استاد
منشی سجاد حسین تھے اب اس تہذیب کے دور مین جبکہ علم [illegible]
ہرگز نہ پیدا ہو سکین گے - مگر ایسی قابلیت اور نمود کے لوگون کے لیے صرف
پچیس تیس روپیہ وظیفہ پبلک سے مانگ کے دینا در اصل اُنکی قدر دانی نہین
تذلیل ہے - میرے نزدیک بابو صاحب کو چاہیے کہ پبلک کو زیادہ فیاض
بنائین اور کم از کم ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار وظیفہ دلوائین تاکہ منشی صاحب
شریفانہ زندگی بسر کر سکین جس کے وہ عادی رہے ہین - اگر زور سے تحریک
کی گئی تو ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کا سر انجام ہونا چندان مشکل نہین ہے -

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ان خطوط کی زبان ایسی دلکش اور شیرین تھی کہ بہت ہی پسند کیے گئے۔ خصوصاً اس لیے کہ ترکوں کے قومی خصائص معلوم ہونے کا یورپ میں جس قدر شوق تھا اُسی قدر حالات سے لاعلمی تھی۔ لیڈی میری سے پہلے کسی نے ایسی تفصیل و تحقیق سے آل عثمان کے حالات نہیں بتائے تھے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ ترکوں کے حالات میں جو پہلی کتاب انگلستان میں شایع ہوئی یہی تھی۔

لوگوں نے اس کتاب کے لیے اس کثرت سے شوق کے ہاتھ پھیلائے کہ پہلا ایڈیشن چند ہی روز میں ختم ہوگیا۔ دوبارہ چھپی اور تھوڑے زمانے میں فروخت ہوگئی۔ غرض برابر ایڈیشن پر ایڈیشن شایع ہوتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ۱۲۳۲ ہجری (۱۸۱۶ء) میں یعنی لیڈی میری کی وفات سے ۵۴ برس بعد اُن کے صاحبزادے نے از سرِ نو درست اور مرتب کرکے اُن خطوط کی چاروں جلدوں اور اپنی ماں کی دیگر قابل قدر تصانیف کا ایک نیا اعلیٰ درجے کا ایڈیشن شایع کیا۔

لیڈی میری کے صاحبزادے ایڈورڈ ورٹلی مانٹگو کی نسبت کہتے ہیں کہ دماغ بگڑا ہوا تھا۔ امارت اور گھر کی فارغ البالی پسند نہ تھی۔ جب دل میں آتی بھاگ کھڑے ہوتے۔ اور کسی ایسے کام کو اختیار کرلیتے جو اُن کی حالت و حیثیت سے بہت ہی گرا ہوتا۔ دوسرا کمال اُن میں یہ تھا کہ سچ سے نفرت تھی۔ اور غلط و بے بنیاد واقعات کو اس طرح شوکتِ الفاظ سے بیان کرتے اور ایسے لطیفے باندھ دیتے کہ سننے والے کو سچ کا یقین آجاتا اس میں اس قدر ملکہ بڑھا ہوا تھا کہ فی البدیہہ قصے پر قصے دل سے بٹ کے بیان کرتے چلے جاتے اور کیا مجال کہ سلسلہ ٹوٹ جائے۔ گھر بھاگنا قیامت تھا۔ پہلی بار بھاگے تو گھر والوں کو ملنے سے یاس ہوگئی چند روز بعد پتہ لگا کہ آپ ایک چمنی سوئیپ کے نوکر ہیں۔ انگلستان کے ہر مکان بلکہ ہر کمرے میں آتش خانہ بنا ہوتا ہے۔ اُس میں سے دھواں نکلنے کے لیے جو نل دیوار کے اندر ہی اندر اوپر تک چلا جاتا ہے اُسے چمنی کہتے ہیں۔ اس چمنی میں دو چار مہینے میں اتنا کاجل جمع ہوجاتا ہے کہ نہ نکالا جائے تو راستہ بند ہوجائے۔

حقیقت مین اس لیے وہ اپنی طرف منسوب کرتے ڈرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بجاے اسکے کہ لیڈی میری کے نام پر کسی قسم کا حرف آتے خود پوپ کو سخت بدنامی نصیب ہوئی۔ عام لوگون نے اُن کی اس حرکت کو ناپسند کیا۔ اور اُنے اُنھین کو ذلیل و کمینہ سمجھنے لگے۔

اب سنہ ۱۱۶۸ محمدی (۱۷۳۹ء) شروع ہوا۔ اور لیڈی میری کا سن ۴۹ سال کا تھا۔ طبیعت ناساز رہنے لگی۔ اور معلوم ہوا کہ انگلستان کی آب و ہوا موافق نہین ہے۔ تبدیل آب و ہوا کے لیے اٹالیہ کا سفر کیا۔ وہان شہر وینس مین جا کے اقامت گزین ہوئین۔ اور صحت برقرار رکھنے کے لیے اس طرح پانؤن توڑ کے بیٹھین کہ ۲۲ سال وہین گذر گئے۔ سنہ ۱۱۶۸ محمدی مین گئی تھیں اور سنہ ۱۱۹۰ محمدی (۱۷۶۱ء) مین ۷۱ برس کی بوڑھی اور واجب التعظیم خاتون بن کے پھر انگلستان مین آئین۔ اس لیے کہ اُنکی صاحبزادی لیڈی ہوٹ نے تاکید سے بلایا تھا۔ مگر عمر پوری ہو چکی تھی۔ تندرستی نے جواب دیدیا۔ اور وطن مین آکے شاید پورے ایک برس بھی نہ رہی ہون گی کہ سنہ ۱۱۹۱ محمدی (۱۷۶۲ء) مین دنیا سے رخصت ہو گئین۔ اور ناموری و نیکوکاری کے رجسٹر مین اپنا نام لکھوا کے دوسرے عالم باقی مین جا پہونچین۔

مگر دنیا مین اُن کی دو نہایت ہی قابل قدر یادگارین ہمیشہ باقی رہین گی جن مین سے ایک بھی کسی کو حاصل ہو تو اُس کی ناموری و برکت کے زندہ رکھنے کو کافی ہے۔ ایک تو چیچک کا ٹیکا جس سے اب ساری دنیا نفع اُٹھا رہی ہے۔ اور ہندوستان ہی نہین دنیا کے ہر ملک کے گانؤن گانؤن مین لیڈی میری کی یہ یادگار اپنی برکتون سے نوع انسان کو نفع پہونچا رہی ہے۔

اور دوسری یادگار اُنکے وہ خطوط ہین جو اُنھون نے قسطنطنیہ سے اپنے احباب کو لکھے تھے۔ انگلستان کے لوگون مین اُنکے مطالعہ کا شوق اسقدر بڑھا کہ اُنکی وفات کے دوسرے ہی سال یعنی سنہ ۱۱۹۲ محمدی مین وہ خطوط تین جلدون مین مرتب و مدوّن ہو کے چھپے اور شایع ہوے۔ چند روز بعد لوگون کو کچھ اور خطوط ملے۔ اور چوتھی جلد بھی مرتب ہو کے شایع ہو گئی۔

[illegible]

سیکھا گیا ہے تو بڑی حیرت معلوم ہوتی ہے۔ اور تعجب آتا ہے کہ اپنی ہی چیز
غیروں کے ہاتھ سے ملے تو وہ کس قدر اجنبی اور مہیب بن جاتی ہے؟
ٹیکے کو سب سے پہلے انگلستان کی ایک تعلیم یافتہ شریف زادی او[ر]
مہذب و دانا خاتون نے رواج دیا جس کا نام لیڈی مانٹگو میری ورٹلی تھا۔
وہ سنہ ۱۱۰۱ محمدی (سنہ ۱۶۹۰ء) میں انگلستان کے علاقہ نوٹنگھم شائر میں پیدا
ہوئی تھی۔ اعلیٰ درجے کے امیر اور شریف گھرانے کی بیٹی تھی۔ اس لیے اچھی
صحبت میں نشو و نما ہوا۔ اُس کا باپ ڈیوک آف کنگسٹن روشن خیال امرائے
انگلستان میں تھا جس نے بیٹی کو اچھی سے اچھی تعلیم دلائی۔ اور بیٹی کو بھی علم
و عقل کا ایسا شوق تھا کہ لاطینی زبان میں بہت اچھا درجہ حاصل کر لیا اور
بڑی نمایاں ترقی کی۔

بائیس برس کے سن کو پہنچی تو انگلستان کے ایک نامی گھرانے کے
اقبالمند نوجوان ایڈورڈ ورٹلی مانٹگو کے ساتھ شادی ہو گئی۔ جو پہلے ارل
آف سینڈوچ کا فرزند تھا۔ مسٹر مانٹگو نے پارلیمنٹ میں چمکنا اور نمود حاصل
کرنا شروع کیا۔ چند ہی روز میں وہ بڑا قابل اور روشن خیال ممبر ثابت ہوا
مشہور شاعر ایڈیسن سے اُس سے بڑی دوستی تھی۔ اور انگلستان کے اعلیٰ
رتبے کے مدبران سلطنت میں شمار کیا جاتا تھا۔

سنہ ۱۱۲۵ محمدی (سنہ ۱۷۱۶ء) میں مسٹر مانٹگو قسطنطنیہ کے سفیر مقرر ہو کے
[دو]لت عثمانیہ کے دار السلطنت کو روانہ ہوئے اور لیڈی میری مانٹگو نے
جن کی عمر اب ۲۶ برس کی تھی پیارے شوہر کے ساتھ استنبول کی راہ
[لی]۔ جہاں دونوں میاں بیوی کو دو سال تک رہنا پڑا۔
قسطنطنیہ میں انگلستان کے بہت سے سفیر اس سے پہلے بھی آ چکے
[تھ]ے مگر مسٹر مانٹگو نے محض اپنی بیوی کی قابلیت سے جو ناموری و شہرت
[حاصل] کی اس سے پہلے کسی کو نہیں نصیب ہوئی تھی۔ لیڈی میری یہاں
[کے] خاندانوں سے ملیں۔ اُنکے حالات دریافت کیے۔ اور جو کچھ
معلوم ہوتے اُنھیں لکھ لکھ کے لندن میں اپنے دوستوں کو بھیجا کرتیں۔

پھر بھی محض پبلک کی توجہ سے انکے بیسیون ایڈیشنون کا چھپ جانا ایک ایسی
کامیابی ہے جس کو کبھی زوال ہو سکتا ہی نہین - رہی یہ بات کہ یہ اتحاد کی پالیسی
کے خلاف ہین - اتحاد ہندو مسلمانون مین اتفاق کرانے کی کوشش کرتا ہے
ان ناولون کو زیادہ تعلق یورپ کے عیسائیون سے ہے - اُن سے اتفاق کرانے
کا ہمنے بیڑا نہین اُٹھایا ہے - اس کام کو بہتر ہو کہ ہمارے دوست کانگرس
کی پالسی مین تھوڑی بہت ترمیم کرکے پورا کرین - صرف ہماری ایک کتاب
منصور موہنا ایسی ہے جو ہندؤون کو ناگوار ہوئی - مگر اُسکے لکھتے وقت اس
نتیجہ کی طرف ہمارا خیال نہین گیا تھا -

چیچک کا ٹیکا اور لیڈی ماٹیگو

کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ چیچک کا ٹیکا جو آج دنیا مین خدا کی ایک
بڑی بھاری برکت ہے اور جس کے رواج دینے پر یورپ جس قدر فخر و ناز
کرے بجا ہے - دراصل ایک مشرقی علاج ہے - اور غالباً مسلمانون ہی سے
لیا گیا ہے -

ہم ہندوستان مین دیکھتے ہین کہ کامیابی کے اتنے تجربون کے بعد بھی
اب تک یہ حال ہے کہ ٹیکا لگائے جانے کے خوف سے مائین بچون کو چھپاتی
پھرتی ہین - بُرے اپنے مذاق کے باپ بھائی ننھے بچون کے لیے ٹیکا لگانے
والون سے کشتیان لڑنے یا اُنھین رشوت دینے کو تیار ہو جاتے ہین - بڑے
بڑے مہذب لوگون تک کا یہ حال ہے کہ دفع الوقتی کے لیے جھوٹ فقرے
بناتے ہین اور بہت سے مُلکی حکیم اور وید بھی باوجود عقل رکھنے کے اپنی
طرف سے تصنیف کر کر کے ٹیکے کے رواج دینے پر مخالفت اور طرح طرح کے
اعتراضات کرتے ہین - اور یہ نہین پسند کرتے کہ اس لاکھون دفعہ کے
آزمائے ہوئے علاج سے فائدہ اُٹھایا جائے - اُن کی اس نفرت و مخالفت
کو دیکھکے جب ہم اس کا خیال کرتے ہین کہ یہ طریقہ علاج اُنھین کے بیان سے

کے دشمن ہیں اور ہماری انشاپردازی کو نقصان پہونچانا چاہتے ہیں۔ برے اور بےمزہ ناولوں کا فیصلہ کرنے والے ہم آپ نہیں ہیں۔ بلکہ اصلی فیصلہ کرنے والی پبلک ہے۔ جو خراب اور ناپسندیدہ ہوں گے وہ خود ہی مٹ جائیں گے۔

ہندوستانی اور کشمیری درپن کو سب سے زیادہ ہمارا یہ جملہ ناگوار گذرا کہ "ایک صاحب پنڈت رتن ناتھ سرشار کی عبارت کے دلدادہ ہیں تو وہ حالی اور آزاد سب کو اُنکے اوپر قربان کیے دیتے ہیں" کہا جاتا ہے کہ آزاد کو تو اُنکے برابر کا تسلیم کیا گیا۔ اور یہ نہیں خیال کیا جاتا کہ سرشار اور آزاد کا مقابلہ کرنا ہی آزاد کے لٹریچر کا خون کرنا ہے۔ اپنے بچے کی ہر شخص تعریف کیا کرتا ہے۔ اور کشمیریوں کو حق ہے کہ سرشار پر ناز کریں۔ اسی خیال سے مسٹر چکبست کی تحریر کو سب نے خوشی سے ٹال دیا۔ ورنہ اُردو کے تمام مستند اساتذہ جانتے ہیں کہ اُردو لٹریچر پر اس سے بڑا کوئی ظلم نہیں ہو سکتا کہ آزاد کے ایسے عالی مرتبہ اُستاد کا نام سرشار کے مقابلے میں لیا جائے۔

ہندوستانی کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ ہمارے ناول مٹ گئے۔ اور اُن کی طرف پبلک کی توجہ باقی نہیں رہی۔ اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ وہ چار چار آنے پر بک رہے ہیں۔ شاید اس سے زیادہ معقول دلیل ہمارے دوست کو کبھی اس سے پیشتر نہ سوجھی ہوگی۔ ان ناولوں کا باوجود روک تھام کے بیسیوں مطابع میں چھپ جانا۔ اور سارے ہندوستان کے کتب فروشوں میں پھیل جانا۔ اور جو قیمت اصل میں قائم کی گئی تھی اُس کا اختیار سے باہر ہو جانا اُن کی مقبولیت کی دلیل ہے یا مٹ جانے کی؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ ان ناولوں کو جیسی عام مقبولیت حاصل ہوگئی ہے ویسی آج تک کسی اُردو کتاب کو نہیں حاصل ہوئی۔ نہ گورنمنٹ سے انکی اشاعت میں کسی قسم کی مدد دی گئی ہے نہ سررشتۂ تعلیم سے کوئی اعانت ملی ہے۔ نہ انکے لیے کانگرس۔ کانفرنس یا قومی و ملکی سوسائٹیوں سے مدد دی گئی ہے۔

جن میں حسن و عشق کی چاشنی نہ پائی جاتی ہو۔
اس کے بعد بھی ابھی یہ کہنے کی گنجایش باقی ہے کہ "اردو ناول زیادہ
ایسے ہیں کہ نہ اُن کی عبارت اچھی ہے نہ خیالات اچھے ہیں۔ مبتذل محاورے
اور رکیک خیالات کے سوا اُن میں کچھ نہیں ہوتا"۔ اسکو میں مانتا ہوں۔ مگر
انگریزی ناولوں میں جن ناولوں کی آج کل کثرت ہے وہ بھی اکثر ایسے ہی
ہوتے ہیں۔ اور اُن میں سوا رکیک خیالات اور کورٹ شپ کی باتوں کے
کچھ نہیں ہوتا۔ آپ کی طرح وہاں بھی بعض ناتجربہ کار لوگ یہی اعتراض کرتے
ہیں۔ مگر اُن میں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن کو ناولوں کے مقابل میں اپنے
تصانیف کے ناکام رہنے پر غصہ آتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر چیز میں ترقی
جب ہی ہوتی ہے جب کثرت ہوتی ہے۔ جس طرح انگلستان میں ہزارہا ناول
نویسوں میں سے چند اعلی درجے کے انشا پرداز اور نازک خیال ہیں اُسی طرح
ہمارے یہاں بھی جب ہزاروں لکھنے والے ہوں گے تو دو چار ایسے اعلی
درجے کے جادو نگار ہوں گے جن پر ہندوستانی لٹریچر کو ناز ہوگا۔ اسکی اُمید
ہی نہ رکھنا چاہیے کہ کسی فن کے صرف دو چار جاننے والے پیدا ہوں گے
اور پھر اُن میں کمال بھی ہوگا۔ اُردو شاعری کو لیجیے۔ جس وقت سے اُردو
میں شاعری کا چرچا شروع ہوا ہے اُس وقت سے اس وقت تک جتنے
شعرا پیدا ہوے اور جتنے اس وقت موجود ہیں اُن کا شمار سوا خدا کے
کوئی نہیں جانتا۔ مگر اس کثرت ہی کی برکت ہے کہ میر و سودا۔ ناسخ و آتش۔
ذوق و غالب۔ دبیر و انیس اور امیر و داغ پیدا ہوے۔ اگر شاعروں کی
یہ کثرت نہ ہوتی تو یہ باکمال اساتذہ ہرگز نہ پیدا ہوتے۔ اسی طرح اگر
ناول نویسی کی طرف یہی رجحان رہا۔ ملک میں اسی طرح کا عام ذوق و شوق
رہا تو جب ہزاروں ناول اور ڈراما کے مصنف پیدا ہولیں گے تو ہندوستان
بھی شیکسپیر۔ اسکاٹ۔ اور ڈکنس پیدا کرنے لگے گا۔ ہاں اگر آپ اس
سلسلے ہی کو روک دیں گے تو ایک شخص بھی کمال کا درجہ نہ حاصل کر سکے گا۔
لہذا جو لوگ موجودہ ناولوں کی مخالفت کرتے ہیں وہ حقیقت میں ملکی لٹریچر

[illegible]

ہیروئن ڈورا اور اگنیس پر عشق کرنے سے تو انسان انسان کامل بن جا
مگر رینالڈز کی ایگنس اور ایموجین کے حسن پر نظر ڈالی اور آدمی گنہگار ہو
اب اس زمانے میں وہاں ناول نویسی کو اس قدر ترقی ہو گئی ہے
کہ جتنے سوسائٹی پیپرز ہیں تمام اس سے کہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ کوئی ناول
سے خالی نہیں - صدہا ہفتہ وار اور ماہوار ایسے رسالے نکل رہے ہیں
جن میں صرف ناول ہی ہوا کرتے ہیں - مشہور و معروف پولیٹیکل اخباروں
کے صفحات پر بھی بعض بعض اوقات ناول نظر آ جایا کرتے ہیں - یہ کیوں؟
محض اس سبب سے کہ اخلاقی تعلیم دینے کا کوئی اس سے زیادہ دلچسپ
طریقہ آج تک دنیا کو معلوم نہیں ہوا - اور ساری قوم نے تسلیم کر لیا ہے کہ
ناول ہی اخلاق کے اصلی معلم ہو سکتے ہیں - اسکا اصلی سبب یہی ہے کہ
جس کو ہم بیشتر بھی بتا چکے ہیں کہ انسان کے لیے ناول سے زیادہ دلچسپ
کوئی چیز نہیں ہے - فطرت انسانی اُسکو ڈھونڈھتی ہے - اور اُسی کے

---

٥ بیشک رینالڈز کے ساتھ انگلستان کو ایک قسم کی نفرت سی ہے جس سے ہمارے
سکے بعض انگریزی دان اپنی سطحی واقفیت سے یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ اسکے
نیفات سے اخلاق بگڑتا ہے - حالانکہ انگریزوں کی نفرت کا اصلی سبب کچھ اور ہی ہے
ڈز اُن لوگوں میں تھا جو سلطنت کے مخالف ہیں - امارت اور شاہی کو خدا کا غضب
کرتے ہیں - اور انگلستان کی پبلک کا مذاق شاہی سطوت اور امارت و شوکت
دلدادہ ہو گیا ہے کہ اب لوگ امپیریلزم کے اصول کو اختیار کرتے جاتے ہیں
ا پارٹی بالکل کمزور ہو گئی ہے - اور چونکہ یہ پولیٹیکل اختلافات اُس سرزمین
ب کی شان سے نمایاں ہوتے ہیں اور باہمی تعصب کو ترقی ہوتی جاتی ہے
ین رینالڈز ہر طرح بُرا نظر آنے لگا - اور ظاہر ہے کہ جب اُس نے امیروں
د لعنت ملامت کی تو عموماً امیروں کے طرفدار اُس سے نفرت بھی کرنے لگے -
ں کے اسکے تصانیف کی انگلستان کے بہت کم لوگ ہیں جو نہ پڑھتے ہوں اور
اسکی کتابوں کے ایڈیشن لاکھوں کی تعداد میں طبع ہوا کرتے ہیں -

یہاں کے بڑے بڑے مستند کیرکٹر کے لوگوں کا یہ عالم ہے کہ کنٹرسٹ اور سب چیپ کے عام مذاق کے ناولوں کو پڑھتے ہیں۔ اور باہر نکل کے منہ چلنے والوں سے کہتے ہیں کہ مجھے ناول سے سخت نفرت ہے۔ اور جو ناولوں کو پڑھتے [illegible] نہایت ہی ناپاک شخص ہے۔ اس مضمون کا باقی حصہ آیندہ نمبر میں تکمیل کو پہنچے گا۔

(۲)

ہم اپنے اس مضمون کو ختم نہیں کرنے پائے تھے کہ ایڈیٹر صاحب ہندوستانی کا ایک ریمارک دیکھنے میں آیا اور پھر انہیں ناولوں کی طرف توجہ کرنا پڑی جن پر بحث کر چکے ہیں۔ ہم نے ناولوں کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اس پر ہمارے وکیل معاصر بہت چونکے ہوئے۔ شاید انکو اس کی خبر نہیں کہ انگریزی انشاپردازی کے اصلی سمجھانے والے اس زبان کے ناول اور ڈراما ہیں۔ ان کی ابتدا وہاں مذہبی پہلو سے شروع ہوئی اور آخر میں ملک کے اخلاق و عادات اور تمدن و معاشرت بالکل انہیں کے قبضہ میں آ گئے۔ پالٹکس پر بھی انہیں کی حکومت ہو گئی۔ انگلستان میں بائبل کے بعد جو کتاب سب سے زیادہ قابل قدر و عزت سمجھی جاتی ہے وہ شکسپیر کے تصانیف ہیں۔ شکسپیر اخلاق کا اور [illegible] علم اور زبان کا سب سے بڑا پیغمبر مانا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد [illegible] اور ڈکنس کے ناول ہیں۔ انگلستان شکسپیر اور ان دیگر مصنفوں کی قدر [illegible] کرتا بلکہ پرستش کرتا ہے۔ اور انگریزوں کی تقلید میں ہم اپنے ہندوستان کے انگریزی اسکالروں کو بھی شکسپیر کی تصانیف پر غش غش کرتے دیکھتے ہیں جو اعلیٰ درجے کے سوسایٹی [illegible] میں بھی داخل کر دیے گئے ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شکسپیر کے ڈراما یا ڈکنس کے تصانیف میں جو زیادہ مہذب اور درست مانا جاتا ہے حسن و عشق کے جذبات نہیں ہیں؟ ان عجیب الخلقت ہندوستانی مصلحان اخلاق کا یہ فلسفہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ رومیو جولیٹ کا عشق تو اخلاق کو بنا دیا کرتا ہے مگر ناولوں سے اخلاق بگڑ جاتا ہے۔ ڈکنس کے ڈیوڈ کاپرفیلڈ کی خوبصورت

انگریزی مین ایک طرف کارلائل کو رکھو اور دوسری طرف مکالے کو
تو کتنا تضاد نظر آتا ہے - مگر دونون کے کلام سب لوگون کے نزدیک اعلیٰ
درجے کے لٹریری کمالات مانے جاتے ہین - عربی مین ایک طرف تاریخ تیموری
اور ابن شداد کی عبارتون کو رکھو اور دوسری طرف الف لیلہ کو تو زمین و
آسمان کا فرق معلوم ہوگا - مگر اسکو سارا زمانہ مان رہا ہے کہ دونون عربی انشا
پردازی کا اعلیٰ نمونہ ہین - فارسی مین ایک طرف درۂ نادرہ کو رکھو اور
دوسری طرف انوار سہیلی کو تو ایک کو دوسرے سے کچھ بھی نسبت نہ ہوگی -
مگر اہل زبان اور قدردانان زبان نے دونون کو باکمال مانا اور دونون کی
قدر کی -

یہان اردو کی انوکھی دنیا مین یہ حالت ہے کہ چھوٹے چھوٹے اور معمولی
درجے کے لکھنے والے درکنار بڑون بڑون اور مستند و قابل تعریف انشا پردازون
کی یہ حالت ہے کہ ایک میر امن کی چار درویش کو برا بتاتا ہے اور دوسرا
سرور کے فسانہ عجائب کے نام رکھتا ہے - کوئی مولوی نذیر احمد کے کلام کا
گرویدہ ہے تو وہ اور سارے لکھنے والون کو زبان کا بگاڑنے اور غارت کرنے
والا سمجھ رہا ہے - کوئی مولوی محمد حسین آزاد کی انشا پردازی کا معترف ہے
تو اور سب مصنفون کی عبارت کو مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہین دیتا -
ایک صاحب پنڈت رتن ناتھ سرشار کی عبارت کے دلدادہ ہین تو وہ حالی
اور آزاد سب کو ان کے اوپر قربان کیے دیتے ہین - اسی مخالفت کا ایک
کرشمہ یہ بھی نظر آرہا ہے کہ شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی
باوجود اپنی متانت اور خاموشی کے رہ رہ کے چھیڑے جاتے ہین - وہ
چاہین بولین یا نہ بولین مگر لوگ اس کوشش مین جان دے دیتے ہین کہ
کسی طرح سے ان کی شہرت و ناموری کو مٹا کے رکھ دین - مگر اسکے ساتھ
ہم یہ بھی کہین گے کہ باوجود اس متانت و ترک نفس کے غالب کی سوانحعمری
کے مقدمہ مین ہمارے خواجہ صاحب بھی اس جذبہ سے نہ بچ سکے -
اب اس سے بھی بڑھ کے ایک نیا اختلاف ناولون کی کثرت

البتہ افیسر یورومین ہین اور اُنکے اسسٹنٹ ایک نوعمر ہندو ڈاکٹر۔ یہی دو افیسر ہین جن کے ہاتھ قبرستانون اور مسلمانون کے دفن ہونے کا فیصلہ ہے۔ قبرستانون کا معاملہ لازم ہے کہ کسی مسلمان کے ہاتھ مین رکھا جائے جو مسلمانون کے خیالات، مذاق، اور مذہبی ضروریات کو بخوبی سمجھتا ہو۔ ہندو ڈاکٹر صاحب کے خیال مین یہ ہے کہ جب ہندو اپنی لاشون کو دُور لے جاتے ہین تو مسلمان کیون نہ لیجائین۔ لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ آپ براہ کرم ہندو ون کی دشواریاں بھی دور کیجیے اور ایسا انتظام فرمائیے کہ اُنکو بھی تکلیف نہ ہو۔ یہ تو نہایت ہی بُرا اصول ہے کہ چونکہ ایک گروہ تکلیف مین مبتلا ہے لہذا دوسرے کو بھی خواہ مخواہ مبتلا کیا جائے۔ ہندو شاید اپنی خوشی سے دور لیجاتے ہون۔ کیونکہ اُن کے مسان مین کوئی تبدیلی نہین ہوئی ہے۔ پُرانے زمانہ سے جہان تھا وہین اب بھی ہے۔ بخلاف اسکے مسلمانون پر یہ نئی مصیبت پڑی ہے جسکے وہ کبھی عادی نہ تھے۔ ہم امید کرتے ہین کہ ہمارے روشن خیال ہندو ڈاکٹر صاحب بجائے اسکے کہ مسلمانون کے مُردون کی مٹی خراب کرین ہندوون کے لیے آسانی اور سہولت پیدا کرین گے۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ سرکار کی جانب سے جو زمینین قبرستان کے لیے دی گئی ہین اُن مین قبرون کا سلسلہ کچھ اس ترتیب سے رکھا گیا ہے کہ ایک دفعہ دفن کر آنے کے بعد پھر پتہ نہین چلتا کہ وہ قبر کہان ہے اور کون سی ہے۔ مسلمان قبرستانون مین بھی ہڑواڑے کے عادی ہین۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ اپنے عزیزون کے پاس دفن ہو اور اُسکے بال بچے اور عزیز و اقارب قبرستان مین بھی ایک مقام پر رہین۔ مگر ان قبرستانون مین یہ حالت ہو رہی ہے کہ کسی کو خبر ہی نہین رہتی کہ کون کہان دفن ہے۔ یہ شکایتین ایسی نہین ہین کہ ان کی جانب سے بے پروائی کی جائے۔

افسوس کہ مسلمان اپنی ضرورتون سے خود ہی غافل ہین۔ اُن کا کام ہے کہ چندہ کرکے اپنے لیے دو تین عمدہ قطعات زمین جو شہر کے مختلف حلقون سے قریب ہون قیمت دے کے مہیا کرین اور اُن کا انتظام اپنے ہاتھ مین

"جسکے اثر سے خستہ رگون مین خون کے فوارے چھوٹتے ہین"
یہ "فوارے" کو تصرف کرکے "فوارے" بنا دینا بھی زبان پر کوئی معمولی ظلم نہین۔

پھر وہی اصلاح زبان

رسالہ تیمارداری اسوقت تک میری نظر سے نہین گذرا ہے۔ اُسکے الفاظ پر مولوی ممتاز علی صاحب کی غلط نکتہ چینیون سے مین نے اختلاف کیا تھا جسکو مولوی صاحب اس پر محمول فرماتے ہین کہ وہ میرے دوست کی کتاب ہے۔ مگر یہ اُن کا حسن ظن ہے۔ مین اُس کتاب کی غلطیون پر بھی اُسی طرح معترض ہون جس طرح اُس کے متعلق نکتہ چینیون کے خلاف ہون۔ مولوی صاحب نے "غرغرہ" کی جگہ "غرارہ" کے لفظ کو غلط بتایا تھا۔ میرے اعتراض کا ماحصل یہ تھا کہ غرغرہ و غرارہ دونون صحیح ہین لیکن اُردو مین غرارہ ہی فصیح ہے۔ لفظ غرارہ کی صحت کے ثبوت مین مین نے خواجہ حافظ کا شعر بھی نقل کر دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ ہندوستان مین غرغرہ صرف اطبا کے نسخون مین نظر آتا ہے۔ مگر مولوی صاحب کو اس پر اطمینان نہین ہوا۔ فرماتے ہین کہ تیمارداری طب کی کتاب اور زبانِ اطبا کی تابع ہے۔ اور یہ نہین خیال کرتے کہ نسخون کی زبانِ اطبا فارسی ہے اور "تیمارداری" اُردو مین لکھی گئی ہے۔
علیٰ ہذا القیاس "چھالا" "آبلہ" اور "پھپھولا" سب صحیح ہین مگر اردو مین "پھپھولا" فصیح ہے۔ لیکن "پھپھولا انگیز" بالکل غلط ہے۔ اور ایسی غلطی ہے جو کسی طرح قابل معافی نہین۔ سینکنے کی جگہ سکائی کرنا بھی بیشک غلط ہے اور یہ اعتراض مولوی صاحب کا صحیح ہے۔

قبرستانون کا مسئلہ

لکھنو مین میونسپلٹی کی عنایت سے قبرستانون کا مسئلہ روز بروز تکلیف دہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہر جگہ اُس کے علم و فضل کا شہرہ تھا لہذا اس غرض مین اُسے بہت آسانی سے کامیابی ہوگئی۔ اور شہنشاہ ایران شاپور اول کے دربار مین پہونچ کے سارے ملک مین عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ اب یہ عزت و وقعت حاصل کرنے کے بعد مذہب کے متعلق اُس نے اپنے آزادانہ اور مصلحت آمیز خیالات ظاہر کرنا شروع کیے تھے کہ ایران کے تمام کاہنون اور ملت زرتشتی کے مقتداؤن نے بڑے زور و شور سے مخالفت کی۔ ایران مین باوجودیکہ شاہنشاہی سطوت کے آگے ہر شخص کو غلامون کی طرح سر جھکانا پڑتا تھا مگر مذہب کا زور اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اُس کے مقابلے مین بادشاہ سے بھی کوئی مدد نہ مل سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مانی کو سخت ناکامی ہوئی۔ اور ایسی ناکامی کہ دربار خسروی در کنار وطن کو بھی خیرباد کہنی پڑی۔

مگر ایسی ناکامیان اس طبیعت کے لوگون کے لیے عموماً بجاے مضرت رسان ہونے کے ہمیشہ مفید ہوا کی ہین۔ مانی دربار ساسانی سے نکلا تو سیدھا ارض مشرق کو روانہ ہوا۔ پہلے ترکستان مین گیا۔ وہان کی قومون اور اُنکے مذہب کو دیکھا۔ پھر ہندوستان اور چین کا سفر کیا۔ یہان کے مذاہب اور اُن کے اصول الہٰیات مین بصیرت حاصل کی۔ بودھ مذہب کی حقیقت دریافت کی برہمنون کے اخلاقی و مذہبی اصول دیکھے۔ اور ان سب امور مین پورا کمال حاصل کر کے ترکستان مین واپس آیا۔ اور اب یہان پہونچ کے اُس نے ایک سنسان گھاٹی مین جا کے خلوت اختیار کی۔ اس جگہ ایک شفاف چشمہ جاری تھا اور جا بجا میوہ دار درختون کے موجود ہونے سے کھانے کے لیے بھی پورا اطمینان تھا۔ اس وادی مین وہ کامل ایک سال تک بیٹھا رہا۔ اور اسی خلوت کدے مین اُس نے اپنی کتاب ارتنگ تیار کی۔ اور جس طرح حضرت موسیٰ چالیس دن بعد کوہ طور سے توراۃ کی لوحین لے کے آئے تھے اُسی طرح وہ اپنی اس کتاب کو لے کے برآمد ہوا۔ اور آتے ہی لوگون سے کہا "مین خدا کے پاس سے آیا ہون جس نے مجھے مبعوث بہ نبوت کیا ہے۔ اور یہ آسمانی کتاب وہی ہے جس کتاب پر ساری دنیا کو عمل کرنا چاہیے"۔ دیگر آسمانی کتابون

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

١٢

[illegible]

کرین۔ ہمارے یہان ایک دوسرا ستم یہ ہوگیا ہے کہ جو عورتین شعر کہتی ہین وہ مر[illegible]
اُستادون کی تقلید اور موجودہ شعرا کے تتبع مین اپنے آپ کو مذکر کی ضمیرون سے
یاد کرتی ہین۔ صرف یہی نہین بلکہ وہ مردون ہی کے تیور اختیار کرتی ہین اور انھین
کے دلی جذبات کو اپنی زبان سے ظاہر کرتی ہین۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورتین تو شاعر[illegible]
کی دنیا مین آ کے مرد بن جاتی ہین۔ اور ریختی گو مرد شعر کہتے اور پڑھتے وقت عورت
بن جاتے ہین۔ اور سچ پوچھیے تو دونون ناقص اور بیہودہ۔ کیونکہ جس طرح
مرد کا عورت بننا بالکل خلاف فطرت۔ لغو۔ نازیب اور غیر موزون ہوتا ہے اُسی
طرح عورت کا مرد بننا بھی انتہا سے زیادہ خلاف نیچر اور نازیبا معلوم ہوتا ہے
فطرت ہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ مرد پر مردانگی ہی کی باتین پھبتی ہین۔ اور عورت پر
نسائیت ہی کی باتین۔ مگر اُردو شاعری نے واقعی یہ عجیب و غریب انقلاب
پیدا کر دیا ہے۔ کہ اس کی طرف توجہ کر کے عورتین مرد بن جاتی ہیں اور مرد عورتین۔
پاک سرزمین عرب مین جب کسی عورت نے شعر کہا ہے تو ہمیشہ اپنے آپ کو
عورت ہی دکھایا ہے۔ مونث ہی کی ضمیر سے اپنے کو یاد کیا ہے۔ عورت ہی کے
خیالات و جذبات باقی رکھے ہین۔ اور عورت ہی کے الفاظ۔ اور چونکہ وہ نیچرل
ہین لہذا ان میں اثر بھی بلا کا ہے۔

عباسی خلیفۂ بغداد مقتفی باللہ کے عہد مین بغداد کی ایک صاحب جمال
حسین و پاک دامن نازنین نے جسکا نام سلمی بنت قراطیس تھا یہ شعر کہے تھے:

عُیونٌ مَھا الصَّرِیم فِداءُ عَینی	واجیاد الظِّبَاءِ فداءُ جیدی[1]
اُزیّن بالعقودِ وانَّ نَحری	لَازیَنُ لِلعُقودِ من العقودِ[2]
ولا اشکو من الاوصاب ثِقلاً	وتشکو قامتی ثِقلَ النہودِ[3]

[1] جنگلی گاؤن کی کالی آنکھین میری آنکھون پر قربان + اور ہرنیون کے گلے میرے گلے کے صدقے۔
[2] مین آرایش کے لیے موتیوں کا ہار پہن لیتی ہون مگر جتنی زینت اُن ہارون سے میرے سینے
کو حاصل ہو سکے اُس سے زیادہ رونق وہ خود میرے سینے سے پاتے ہیں۔
[3] اور مین سرخیوں کی شکایت نہین کرتی کہ بھاری ہین۔ مگر ہان میرا قد سینے کے اُبھار کا البتہ
شاکی ہے (اس لیے کہ چھاتیون کے بوجھ سے لچک لچک جاتا ہے)۔

طرح ناک پر انگلی رکھ رکھ کے اور تالیان بجا بجا کے زنانے لہجے اور بازاری
عورتون کے نخرون کے ساتھ شعر پڑھتا ہے۔
ایسے اشعار کی بنیاد ہی چونکہ بدکاری اور بیحیائی سے پڑی ہے۔ لہذا
عموماً اس قسم کے اشعار مین فحش اور ناپاک اور ذلیل الفاظ بہت کثرت سے
ہوتے ہین جنھین سن کے ہمارے بے غیرت امیرزادے خوش ہوتے اور کھلکھلاتے
ہین۔ کاش عورتون ہی کا مذاق دکھانا تھا تو شریف بہو بیٹیون اور پاکدامن
اور باعفت خاتونون کے مذاق کا لحاظ رکھا جاتا۔ مگر نہین یہان تو اس سے
غرض ہے کہ بیحیا اور بدکار عورتون کی ادائین اور ان کی بداخلاقی و بداطواری
کی حرکتین دکھائی جائین۔

افسوس ہماری شاعری پر جو الہام ربانی کا نمونہ بتائی جاتی ہے ان
…ہرزہ سراؤن کے ہاتھون ایسا ظلم ہوتا ہے اور بدمذاق و بدکار امیرزادون
… اپنے نفسانی جذبات کے سامنے اس کی بھی تمیز اور حس نہین باقی رہتی کہ ایسے
…رمناک کلام اور بیحیائی کے شعرون سے قوم اور ملک کو کتنا بڑا ضرر پہنچ رہا ہے۔
…رے ملکون اور دوسری قومون کے لوگ جب اس شرمناک کلام کو دیکھین گے
…ہین اس کی تو مطلقاً حس نہ ہوگی کہ یہ بازاری عورتون اور زنانون کی زبان
…نین کی وضع ہے۔ بلکہ وہ یقین کرلین گے کہ یہ شریف زادیون کے حرکات
…ل چلن کا نمونہ ہے۔ اور پھر ایسا خیال قائم ہو جانے کے بعد اردو بولنے
…رتون کی عصمت و عفت غیرون کی نظر مین کس قدر ادنیٰ اور ناقص
… جائے گی۔

…س قسم کا ظلم ریختی کی شاعری نے اردو زبان اور اردو شاعری پر
…ظلم آج تک کبھی کسی قسم کے اشعار سے کسی زبان پر نہین ہوا تھا۔
…ج تک کسی زبان مین ایسی ناپاک شاعری نہین پیدا ہوئی تھی۔
…لگایا جا سکتا ہے کہ کسی قوم مین ایسے بیہودہ اور ایسے بیحیا شاعر
… تھے جیسے کہ اردو مین پیدا ہوئے ہین۔
…یافتہ قومون اور مشہور و معروف زبانون مین لائق …

جھوپڑے مین جا کے تلاش کرو - وہ وہین ملے گی - اور اکثر وہین رہتی ہے -

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ خدا کے خزانے مین خوشی کی کمی نہین - وہ وہان کثرت سے موجود ہے - اور ہمین کثرت سے مل سکتی ہے - مگر خرابی یہ ہے کہ ہم مین سے اکثر لوگ اپنی ناسمجھی اور غلط خیالی سے اُسے ٹھیک جگہ جا کے نہین ڈھونڈھتے - اُن کے دھوکا دینے کے لیے دنیا والون نے شہوت پرستی کی صحبت کا نام محفل عیش رکھ دیا ہے - اکثرون کے خیال مین یہی ہوئی ہے کہ خوشی صرف نازونعمت کے قصرون - دولتمندی و تمکنت کے محلون - اور حکومت و سطوت کے ایوانون مین رہتی ہے - اور وہین اُس کے ڈھونڈنے کو وہ جاتے بھی ہین - جس کی بدولت طرح طرح کی ذلتین اُٹھاتے ہین - مغلوب و مقہور ہوتے ہین - جھوٹ بولنے اور خوشامد کرنے پر مجبور ہوتے ہین - اور ان سب خرابیون اور تباہیون کے برداشت کرنے کے بعد غور کرتے ہین تو اپنے دل مین خوشی کا نام و نشان بھی نہین پاتے - اس غلط راستے کو چھوڑ کے اگر غربت کے جھونپڑون - اور بیفکری کے چھپرون کے نیچے دیکھین تو وہ لعل بے بہا ضرور ہاتھ آ جائے گا جس کے لیے اُنھون نے دنیا کے بڑے بڑے عالیشان محل اور زبردست قلعے چھان مارے تھے -

انسان جس وقت اور جتنی دفعہ اپنے دل مین کہتا ہے کہ "یہ چیز ملنی چاہیے" اسی وقت اور اتنی ہی دفعہ ایک فکر اور اُس کے ساتھ ہی ایک غم اپنے لیے پیدا کر لیتا ہے - اگر یہ نہ کرے اور اس جملے کے خیال سے اپنے دل کو بچائے تو بہت ہی جلد غم سامنے سے بھاگ جائے گا - اور وہ خوشی مل جائے گی جسے تباہی و پریشانی کے ساتھ ذلتین اُٹھا اُٹھا کے ہر طرف ڈھونڈھتا پھرتا ہے -

لوگ کہتے ہین اور عام طور پر مشہور ہے کہ "پیٹ کے لیے انسان ذلیل ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے کبھی اطمینان نہین نصیب ہوتا" مگر غور کر کے دیکھو تو جس قدر سہل الحصول قوت لایموت ہے کوئی چیز نہین - خدا نے بلکہ یہ ایک لازمی خواہش انسان مین پیدا کی ہے - اسی وجہ سے اُسکے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جا پہونچی۔

ایسی نظمین کہنا غزل گوئی سے کچھ زیادہ مشکل بھی نہین ہے۔ مگر بات کیا ہے کہ لوگون کو غزلین کہنے کی عادت پڑی ہوئی ہے اور کسی واقعہ کی موزون کرنے کے عادی نہین ہین۔ صرف عادت نہ ہونے کی وجہ سے کسی قدر دشواری معلوم ہوتی ہے جو تھوڑی ہی توجہ سے دُور ہو سکتی ہے۔ لیکن توجہ نہ کرنے کا کوئی علاج نہین۔

مگر اس قسم کی نظمین کہنا یا شاعری کے رنگ اور مذاق مین کسی قسم کا تغیر تغیر پیدا کرنا سب بعد کی باتین ہین۔ پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ ملکی طلبہ کو اُردو زبان اصول و ضوابط کے ساتھ اور لیاقت پیدا کرنے والے طریقے سے پڑھائی جائے۔ اب ہر علم و فن کی کتابین بھی اُردو مین پیدا ہو گئی ہین۔ اور ہر قسم کی ضرورت ایک حد تک اُردو ہی کے ذریعے سے پوری ہو سکتی ہے۔ اگر کچھ نقصان ہے تو وہی نحو و صرف معانی و بیان اور ادبی کتابون کا۔ جو لائق مصنفون کی تھوڑی سی توجہ سے دُور ہو سکتا ہے۔ لیکن اس بات کو پوری طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جب تک اُردو زبان باضابطہ طور پر ملکی طلبہ کو نہ پڑھائی جائے گی اُسوقت تک اُن مین وطنی زبان کی قدر کرنے کی لیاقت نہین پیدا ہوگی اور دوسری زبان کے لٹریچر کے مقابلہ مین وہ ہمیشہ اپنے لٹریچر کو ہیچ اور پوچ سمجھین گے۔ اگر غور سے دیکھیے تو اُردو زبان مین کوئی خوبی نہین جو موجود نہ ہو۔ اُس مین بہت ہی اچھے اور خوبصورت محاورات ہین۔ اُس مین ہر قسم کی نزاکتین اور صنعتین ہین۔ الغرض جتنی لٹریری خوبیاں کسی زبان مین ہو سکتی ہین ہماری زبان مین بھی موجود ہین۔ ضرورت ہے اس بات کی کہ نوجوانون مین تعلیم کے ذریعے سے اُن خوبیون کے سمجھنے ا[ور] اُن سے لطف اُٹھانے کا مادہ پیدا کیا جائے۔

از ماست کہ بر ماست

من و سلویٰ کا نام زبان پر آتے ہی خوش اعتقاد اور دیندار خدا تر[س]

[illegible]

[illegible]

نیچرل شاعری

ان دنون عموماً انگریزی دانون کو انگریزی مذاق کے امتزاج کی بدولت اُردو شاعری مین ایک خاص قسم کے تغیر کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس زبان کو انسان باضابطہ اصول و قواعد کے ساتھ پڑھتا ہے۔ جس کی صرف و نحو اور جس کی فصاحت و بلاغت اور شان انشاپردازی کے نکات کو حاصل کرتا ہے اُسی زبان کا مذاق اُس کی طبیعت پر غالب آجاتا ہے۔ اور اُسے اُس زبان مین جس قدر لطف آنے لگتا ہے خود اپنی زبان مین نہین آتا۔ اگرچہ اپنی زبان کو وہ سمجھتا زیادہ ہے مگر اُسکے محاسن اور اُس کی خوبیون پر اُس کی نظر نہین پڑ سکتی۔ اگر اُردو زبان کو بھی ہمارے نوجوان اُس طرز سے پڑھتے جس طرح کہ انگریزی یا دیگر زبانون کو پڑھتے ہین تو شاید متانت طور پر اُنھین معلوم ہو سکتا کہ خود اُردو کے خزانۂ ادب مین کیا کیا خوبیان اور کیسے کیسے لطف ہین۔ مگر بدنصیبی سے اُردو زبان مین قریب قریب ہر علم و فن کی کتابین تصنیف ہو گئین اور نہین تصنیف ہوئین تو اُس کے نحو و صرف کی یا اُس کے معانی و بیان اور علم فصاحت و بلاغت کی۔ اور جب اس قسم کی کتابین ہی نہین ہین تو یہ علوم پڑھائے کیونکر جائین۔ بعض حضرات نے نحو و صرف کے دو ایک رسالے تصنیف فرما دیے ہین مگر اُن کو اس سے زیادہ وقعت نہین کہ عربی یا انگریزی کے نحو و صرف سے ترجمہ کر لیے گئے ہین۔ ایسی کتاب ایک بھی نہین ہے جو اُردو زبان پر غور کر کے اُس کی ترکیبون اور بندشون اور ترتیب الفاظ کو پیش نظر رکھ کے لکھی گئی ہو۔ لہذا اس نقصان کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ ہمارے نوجوانون کو جتنا ادبی ذوق غیر زبانون مین پیدا ہوتا ہے خود اپنی زبان مین نہین پیدا ہوتا۔

اُردو نے دو مختلف اور متضاد زبانون مین دو قسم کے رنگ دیکھے۔ اور اُسکی دو حالتین رہین۔ پہلے زمانے مین طلبہ عموماً فارسی زبانون کی باضابطہ تعلیم پاتے تھے اور اُس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ خود اپنی زبان کی خوبیون کی طرف

سال قبل ولادت سرور عالمؐ ہوا ۔ بخت نصر نے اُن کے بادشاہ صدقیا کے بیٹوں کو قتل کیا ۔ اُس کی آنکھیں پھوڑیں ۔ اور اُسے اور اُس کی قوم کے باقی ماندہ دو سبطوں کو مع عورتوں اور بچوں کے بابل میں پکڑ لایا ۔ اور اُن سے غلامی کی محنت لی جانے لگی ۔ یہاں تک کہ سنہ ۱۱ قبل محمدؐ میں سائرس نے آکر بابل کو تباہ کیا ۔ اور بنی اسرائیل بیت المقدس میں واپس آئے ۔ جس وقت کی تصویر اس ڈراما "اسیریِ بابل" میں دکھائی گئی ہے ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وہی (نغمہ) او لوسفر[عہ] ! ابنِ صباح پُرخطر
جنت کے اور انسان کے ساتھی قدیم
انسان و جنت اور سب
ہیں تیرے نکبت خواہ سب
اور جانتے ہیں تجھ کو ملعون و رجیم

پہلا نبی (نغمہ) او شہر بابل ! کیسا تو غارت ہوا !
اُس اوج سے ہے یہ تباہی سخت تر
سنسان یہ سڑکیں تری
ہوں گی بہائم سے بھری
یاں بولیں غوک اور بھٹکیں گدھ مُردار پر !

دوسرا نبی (شعرخوانی) یہی انجام ہوا لیکن سنو - واں دور سے کیونکر
خبر دیتی ہے تُرہی اب اُٹھیں پیکار سے لشکر؟
ہمارا حامیِ اعظم شہِ سائرس ہے آ پہونچا
ظفر پیکر عساکر کے ہے آنے کا یہی رستا
بس اب تم چھیڑ دو دُھن اپنے صیہونِ معظم کی
مبارک باد گاؤ حامیِ اولادِ آدم کی
بحکمِ رب اسیروں کے چھڑانے کو وہ آتا ہے
ستمگر کے لیے بھاری سلاسل ساتھ لاتا ہے

نوجوان اسرائیلیوں کا گروہ (نغمہ) اُٹھو - اور کھواپنی بے خانمانی
کہ بابل الم میں ہے اب ملتی لذت
یہ سائرس ہے اک رحمتِ آسمانی
نصیب اُس سے عالم کو ہو خوابِ راحت

عہ لوسفر (نیّر تارے (زہرہ) کو بھی کہتے ہیں اور شیطان کو بھی - بابلی چونکہ اس ستارے
پوجتے تھے اسی وجہ سے بنی اسرائیل نے اُسکو شیطان کہدیا - چونکہ یہ ستارہ صبح کو طلوع کرتا ہے
اس لیے اسکو ابنِ صباح کہا پھر شیطان کے واقعات اُسکی طرف منسوب کر دے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

نغمۂ راز

آپیوس (سخت بیباکی سے) مجھ کو کیا پروا کسی کی! کون ہے؟
کر سکے گا؟ تم کہو! لو اسی دم
گر کوئی روکے تو کیا اس سے

لانجینوس

آپیوس باتیں کرتے ہو؟ یہ کہہ دو
میری لونڈی ہے مری
روکنے کا حق کسے

لانجینوس

آپیوس (بگڑ کر) جھوٹ کو؟
کہو
وہ پورے
میں کہہ
تو میں

لانجینوس

آپیوس (خود بخود) (ملا...)

[illegible]

جرم ہی اس کے بار ... فرد ہے
... ہے ... ان کے ... جہ
لے حاضر ... اس ... ہیں
پیش اور اپنے ... کے ثبوت ... ہے
اب اسکے ہونے کا دعویٰ ہے حاضر ہو کے وہ
پیش ... کرے ... باتیں ہیں
... حق ... فیصلہ ہی ہو گا
حاضری میں تم نے غفلت کی تو ... ہو
فیصلہ یک طرفہ ہو جانے کا قطعی ...
حکم ... ہو گا ...

ہم کو کیا ...

پومپیوس ہوں گا حاضر لے کے سب ...
... جیسا ... کے ...
... دوسری طرف ... ہے ...

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(1)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دو باتیں سُن لیں میری تو سُن جائیں جا…
آہ! اس شیریں ادا لڑکی کی صورت نے مجھے
کر دیا دیوانہ۔ نام اُس کا سنا ہے جس گھڑی
(جولین چونکتا اور عیسیٰ کی طرف حیرت سے دیکھتا ہے)
سے بہت بیتاب ہوں۔ بے لطف جینا ہی نہیں
دل کو بے اسکے قرار۔ اسکی نگہ کے تیروں نے
ڈالے ہیں ناسور دل میں۔ ہر ادا اسکی بسی
ہے مرے سینے میں۔ اور اسکی یہ صورت ہر گھڑی
پھرتی ہے آنکھوں کے آگے۔ ہوتی ہے بستر
ناز پر اپنے۔ مگر یہ دل پرستش کرتا ہے
اس کی۔ ہوتی ہے یہ غافل اپنے خواب ناز میں
اور میں محراب ابرو کے مقابل بیٹھ کے
کرتا ہوں ہر رات کو شب زندہ داری

جولین: کل سنوں
گا میں ان باتوں کو اب

عیسیٰ (حیرت سے): کل! کل تک آہ!
صبر کس سے ہو سکے گا! شاہزادی اس گھڑی
اپنے گھر جانے لگیں تو ہو گیا بے صبر میں
اور پکڑا ہاتھ ان کا تاکہ بیٹھیں تھوڑی دیر
اور۔ لیکن یہ خطا تھی اس دل بیتاب کی
میں نہیں تھا اپنے بس میں

جولین (اُکتا کے): خراب جاتا ہوں میں
پھر ملوں گا۔

(جولین مریم کو لے کے جاتا ہے۔)

عیسیٰ (خود بخود): ہائے اب میں درد دل کس سے کہوں؟

قیدی: وہ الغرض لائے ہیں یاں - اور آج
رات کو چپکے سے لائے کشتیاں قلعے کے پاس
ہم کو چھوڑا ان میں - پھر خود آئے اوپر - کمرے میں
شاہزادی کے - کہا ان سے کہ نیچے آپ نے
ہے بلایا ان کو

جولین: کس نے؟

قیدی: آپ نے - وہ آپ ہی
کے تو دھوکے میں چلی آئیں -

جولین: عجب! پھر کیا ہوا؟

قیدی: ان کو لے کر آئے وہ - نیچے بٹھایا کشتی میں -
اور چلنے ہی کو تھے یاں سے - کہ ناگہ ایک چیخ
ماری شہزادی نے اور آ پہونچے
(عیسیٰ کی طرف اشارہ کر کے) آپ - اور آتے ہی
کھینچ لی تلوار - مارا ایک کو - اکتا دیو
سامنے آئے تو وہ بھی کام آئے - بعد ازاں
دو رفیقوں کو بھی انکے جب کیا قتل آپ نے
تب تھے ہم مجبور - فوراً سر جھکایا آپ کے
سامنے - اور آپ کے ہیں اب غلام

جولین (تلوار پھینک کے): اے نامور
افسر فوج عرب! میں بدگماں تھا تجھ سے آہ
جبکہ تو نے تھی بچائی آبرو میری
(عیسیٰ کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہو جاتا ہے اور ہاتھ جوڑتا ہے)
خدا
کے لیے کر دے خطا میری معاف اب - سخت یہ
تھی حماقت میری جو بے سوچے سمجھے کھینچ کے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

([illegible])

[illegible]

[illegible]

[illegible]شر — کیوں آئے تھے یہاں؟
ں — میں ہی یہاں تو تھی
م — جاگ اٹھی تھی یہ لڑکی قصر سے رنڈیاں [illegible] لے
جس پہ پہرہ تم ہو کے اس سے سمجھے تھے یہ چند لوگ
اور افسران پہ قبضہ کر لیا - جو آپ [illegible]
ہوشیار افسر تھا اس کی فوج کی - وہ پیچھے
ہم کو لایا - وہ لے آیا یہاں اک عورت سے
[illegible] کر لے بھاگے اسے کشتی میں بٹھلا کے - مگر
آپ آ پہنچے یہاں - یہ بچ گئی - اکیلا وہ
آپ کی تلوار سے مارا گیا - اور اس کے ساتھ
جو سپاہی تھے ہوئے سب قتل - ہم پہ اب تو ہم
آپ کے

مریم (غصے سے) — سب جھوٹ ہے یہ - اے بدکردار
داروغہ بے رحم ہے - ظالم ہے - بدکردار ہے
آبرو لیتا ہے سب کی - مجھ کو بھی وہ چاہتا
تھا کہ بے عزت کرے - لیکن میں اک تدبیر سے
بھاگ آئی یہاں تو اس نے

عیسیٰ (چونک کے اور پہچان کے) — شاہزادی! آپ ہیں!

مریم — ہاں وہی بدبخت شہزادی ہوں میں جو آپ سے
قلعہ کے اوپر ملی تھی -

عیسیٰ — آپ کیونکر آئیں یہاں؟

مریم — اس نے یہ قصہ دیا مجھ کو کہ پیچھے آ! یہاں
آئے ہیں مجھ کو بلانے ہیں -

عیسیٰ — تو میں خوب آ گیا!
ہاں غضب ہی ہو گیا تھا - خیر چلیے قلعہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(ލ)

[illegible]

ލލ

آہ دلکش ہے وہ - کہ جیسے تم کہتے تھے کہ اب بعد
چند دن کے آئے گی - کیا جانیں کہ جھوٹ ہے کہ سچ
آنکھ فقط دیکھے وہاں شوق تک آئے - وہ جو یاں
کس طرح وہ آ گئی؟ اُسکے سوا اِدھر اُدھر نہیں
تو پھر ہو سکتا ہے ایسا کہ دیکھیں تم کو
لے گئی دل سے مرے صبر و قرار عشق حسین
کے مقابل رو بہ رو شمع سورج کی مثل شمعِ تجلی وہ
چاند کا چہرہ اُتر جاتا؟ شعلہ رخسار ابھی تک
تو گئی کس جا؟ کہاں تاب ہوش؟ وہ آئی
(موسیٰ آ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے)

دل کو کیونکر تھمیں جلاؤں؟
(کچھ بہت بیکل)

عیسیٰ
کیسے کس

موسیٰ (مسکرا کے)
سوچ رہے ہیں؟
آپ تو کہتے تھے وہ آتی ہیں

عیسیٰ
پھر - گھر میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا یاں -

موسیٰ (قریب آ کے)
کس کو صاحب

عیسیٰ
شاہزادی فلورنڈا کو - اور
کس کا میں مشتاق ہوں؟

موسیٰ
وہ تو جناب اب زانقہ ہے
مدتیں گزریں - دفن ہو چکی - جب تم یہاں
تو نئے نئے آئے تھے - اِدھر اُدھر سفر کرتے
سے مجھے بھی تو یاد ہے وہ
غلط

عیسیٰ

[illegible]

(تھیوڈورا اور مریم آجاتی ہیں)

(ٹھٹھکتے اور کچھ کہتے کہتے رک کے) کون ہیں یہ؟ حوریں ہیں؟ یا پریاں ہیں؟ انکا نور تو
سب پہ غالب ہے۔ مگر ایسا نہ ہو یہ بھاگ جائیں
دیکھ کر مجکو یہاں۔ اچھا چھپا جاتا ہوں میں
اور دیکھوں آکے کیا کرتی ہیں۔
(اپنے کمرے میں چھپ کے کھڑا ہو جاتا ہے)

تھیوڈورا: بیٹی دیکھ۔ یاں
گر گھڑی بھر کو بھی آجاؤ بہل جاتا ہے دل

مریم (دیکھتی جاتی ہے اور آگے بڑھتی جاتی ہے): واہ وا وا! خوب سیریں ہیں یہاں۔ اور اس گھڑی تو مجھے جنت سے زیادہ لطف آتا ہے نظر
وہ پہاڑ۔ انکے درے۔ سبزہ۔ درخت۔ اور وہ طیور
یہ سمندر۔ اسکی لہریں۔ کشتیاں۔ اور یہ جہاز
یہ ہوا سے پھولے پھولے بادباں۔ پھر انکے سامنے
ڈوبنا خورشید کا۔ قوس قزح کی یہ بہار
کیا یہی جنت ہے

مریم:

تھیوڈورا: بیٹی جس جگہ انسان کا
دل بہل جائے وہی فردوس ہے۔

مریم: اے اماں جان
میں تو رہتی رات دن یاں
(جس برج میں علیسی ہے) اور یہ کمرہ تو میں
(اسے دیکھ کے) جانتی ہوں خالی ہوگا

تھیوڈورا: اک معزز مہماں
اس میں ٹھہرے ہیں

مریم: وہ کون؟

تھیوڈورا: اک فنِ فوج ...

حالت

[لیلی] اپنے برج سے نکل کے قلعے کے اوپر دریا کے کنارے کنارے ٹہل رہا ہے اور [غ]روب آفتاب کا تماشا دیکھتا ہے۔

[ع]یسی (خود بخود) آہ دنیا۔ تجھ میں کیا کیا لطف ہیں کس شان سے
دیکھو سورج ڈوبتا ہے! اور کرنیں کس طرح
پانی پر افشاں چھڑکتی ہیں! اُدھر اُس کوہسار
کو طلائی کپڑے سورج نے پہنائے ہیں۔ جہاں
گھانس کی وہ ننھی ننھی پتیاں اس دھوپ میں
جگنوؤں کے شکل آیا ہیں۔ وہاں اس بیل نے
کیا طلائی جھالریں منقش کی لٹکائی ہیں!
پھول بھی ہر رنگ کے اس جا کھلے ہیں۔ اور وہ
دیکھو کلیاں مسکراتی ہیں عجب انداز سے!
دیکھ کر یہ لطف چڑیاں کیسی خوش ہیں! اور کس
جوش سے سب چہچہاتی ہیں! کیسی شاد ہیں!
جس کو دیکھو خوش ہے لیکن آہ! اک میں ہوں کہ دل
کو قرار آتا نہیں۔ اُلجھن ہے۔ بیتابی ہے۔ اور
ہر گھڑی اک درد ہے۔ پیاری فلورنڈا! تجھے
اک نظر دیکھوں تو چین آئے۔ کہاں ایسے نصیب!
میں تڑپتا ہوں یہاں۔ تو اُدھر کس کے باغوں میں
سیر کرتی۔ نازسے اٹھلاتی۔ ہنستی۔ بولتی۔
کھلکھلاتی۔ توڑتی پھولوں کو۔ پھر اک عجب
ناز سے سر پر لگاتی ہوگی ——

(کچھ آہٹ پاکے اور ایک آواز سن کے)

(اِدھر اُدھر دیکھ کے) کیا! یہ کون تھا؟
کس کی یہ آواز تھی؟ دلکش۔ سُریلی۔ نغمہ خیز

(گالیس سے) خیر اب اے گالیس جا کل علی الصبح کو
اور بھیجوں گا کسی کو اندلس میں۔ تاکہ جلد
وہ فلورنڈا کو لائے اُس شقی کے قصر سے۔

گالیس
انتظام اسکا مگر جلدی ہو۔

جولین
میں خود چاہتا
ہوں کہ بلواؤں مگر جب تک نہ ہوگی صلح کچھ
بھی نہیں بن پڑتا ہے

گالیس
گر حکم ہو تو یہ غلام
جانے کو حاضر ہے

جولین
لیکن گالیس اس کام کے
واسطے بھیجوں گا میں اپنے امیروں کو جو عقل
سے عرب لوگوں کو راضی کر سکیں جاتے ہی واں
اور اُسکے دوسرے ہی دن میں بھیجوں چند لوگ
اُندلس میں تاکہ لائیں وہ فلورنڈ کو ساتھ
جو ہو مرضیِ مبارک

گالیس
ہاں بس اُسکے آتے ہی
اُترے گی فوجِ عرب اسپین میں جو ہر طرف
لوٹیں گے اُس سرزمیں کو اور میں گھس جاؤنگا
قصر میں رزریق کے لینے کو اپنا انتقام
(گالیس سلام کرکے جاتا ہے۔ جولین بچھونے پر لیٹا ہے۔ اور پردہ گرتا ہے)

چوتھا سین۔ سہ پہر

اشخاص
عیسٰی بن مزاحم۔ ایک نوخیز لڑکی مریم جسے عیسٰی فلورنڈا سمجھتا ہے۔ اور بڈھیو ڈورا
جولین کی بی بی

جنگ کیوں ہے؟ بس فقط دینی حمیت کیلیے۔
ساری سبطہ کی رعایا۔ یہ بہادر۔ یہ ڈیوک۔
جان دیتے اور خون اپنا بہاتے ہیں یہاں۔
قلعہ سبطہ گھرا ہے ہر طرف سے۔ اور آگ۔
تیر۔ پتھر۔ رات دن برسلتے ہیں دشمن۔ یہ سب
محض اسکے واسطے برداشت ہم کرتے ہیں۔ پہ
وہ نہیں باز آتا اپنی حرکتوں سے۔ اور آہ!
خود مری عزت کا دشمن ہے۔ تو خیر اب صبح ہی
صلح کرلوں گا مسلمانوں سے۔ جو ہیں باوفا۔
باحمیت۔ قول کے سچے۔ بہت ہی راستباز۔
بات کے اپنے دھنی۔ سب کو ہے اُنکا اعتبار
میں بھی بنکے دوست اُن کا اور کرکے آشتی
اُن سے کہتا ہوں کہ مجھکو اور میری فوج کو
ساتھ لےکے اندلس پہ حملہ آور ہوں۔ یونہیں
انتقام اُس سے ملیگا۔ اور میں سب ظلموں کا
اُس سے بدلہ لوں گا اپنا۔ غیطشہ کے خاندان
کے بھی آنسو پونچھوں گا دیکے سزا کمبخت کو۔
بس یہی اب ٹھیک ہے۔ اے راودرق۔ رہ منتظر
اُس گھڑی کا ہنستا ہیں جب عرب کے بادیا
سرزمیں میں اندلس کے خوب زور و شور سے
تیرا جھنڈا اور ترا اقبال یہ پامال ہو۔
اور وہ برج طلسمی کا سماں پیش نظر
تیرے ہو اُسوقت میں مسرور ہونگا۔ اور سب
ظلم کے تیرے ستائے ہونگے شاداں دیکھکر
تجکو ٹھکراتوں میں تجکو تڑپتا خاک میں

پھنس گئیں اک سخت آفت میں

جولین
وہ آفت کیا ہے بول؟

گالیس
راورق نکلا عجب بدکار و ظالم اے حضور
پہلے تو اُس نے بڑی خاطر تواضع کی۔ مگر
اب تو دشمن عزت و ناموس کا ہے درپئے آزار ہے
آبرو لینے پہ آمادہ ہے

جولین (بیتاب ہو کے)
ظالم راورق!

گالیس
شاہزادی کی ابھی تک تو بچی ہے آبرو۔
لیکن اب صورت نہیں بچنے کی کوئی۔ جلد آپ
اُن کو یاں بلوائیں۔ ورنہ خوف ہے اس بات کا
ساتھ عزت کے وہ اپنی جان بھی دیدینگی

جولین
آہ!
وہ نہ جاتی تھی۔ مگر میں نے اُسے بھیجا یہ جبر۔
گر اُسے صدمہ کوئی پہونچا تو میں مرجاؤں گا
زہر کھا کے مرگئی گر وہ تو یہ جانو کہ میں
اُسکا قاتل اور اُس کی جان لینے والا ہوں۔

(غصہ سے)
راورق ملعون۔ بے دین۔ بیحیا۔ و بے نصیب
کیا ملے گا تجھکو میرا دل دکھا کے؟ آہ اب
انتقام اُس سے لے سکتا نہیں ہوں ان دنوں
یاں عرب کی یورشیں ہیں اور اُدھر وہ بیحیا
عزت و ناموس کے پیچھے پڑا ہے کیا کروں
میں تو یاں اُسکے لیے دشمن سے لڑتا ہوں۔ اُدھر
وہ مری بیٹی کی عزت لے رہا ہے! خیر اب
گر مجھے دشمن بناتا ہے تو میں بھی شوق سے
اُسکا دشمن بنتا ہوں۔ ان مشرقی لوگوں سے یہ

افسر — تم نے پوچھا تھا؟

جولین — حضور اسکا بیان ہے یہ کہ یہ
شاہزادی کے غلاموں میں ہے - اور لایا ہے اُن
کا پیام اسپین سے سرکار میں

غلام — تو کون ہے؟

جولین (غور سے دیکھ کے) گالیس؟

گالیس — جی

جولین — تو ہے؟ کیونکر آسکا تو ان دنوں؟

گالیس — سخت دشواری سے اپنی جان پر میں کھیل کے
آیا ہوں - جبرالٹر میں ہفتہ بھر سوچا کیا
اور کچھ تدبیر آنے کی نہ بن آئی تو پھر
سیکھ کر میں تیرنا واں سے چلا

جولین — بے کشتی کے؟

گالیس — جی نہیں - ساتھ ایک کشتی تھی - مگر جب دشمنوں
نے مجھے دیکھا تو دریا میں میں کودا - اور بس
مار کے غوطہ بڑی مشکل سے یہاں تک پہونچا ہوں -

جولین — واقعی انعام کے قابل ہے تو - اچھا بتا
کیا خبر لایا ہے؟

گالیس (افسروں کی طرف اشارہ کرکے) پہلے ان کو رخصت کیجے -

جولین (افسروں سے) یہ تمھاری ہوشیاری قابلِ تعریف تھی
خیر اب جاؤ -

افسر — ابھی
(جاتے ہیں)

جولین (گالیس سے) تیلا فلورنڈا کا حال

گالیس — خیریت سے ہیں مگر جاتے ہی واں سے بادشاہ

تیسرا سین - آدھی رات

اشخاص

...نٹ جولین حاکم سبطہ - افسران فوج - گاکیس فلورنڈا کا غلام -

سین

...ۂ سبطہ - جبکہ عرب اُسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں - کونٹ جولین کی خوابگاہ -

حالت

...نٹ جولین ایک بچھونے پر تنہا لیٹا سو رہا ہے - سوتے سوتے کچھ شور سُن کے
...نک پڑتا ہے - گھبرا کے اُٹھ بیٹھتا ہے - اور آپ ہی آپ کہہ رہا ہے -

...لین (فکرمندی و پریشانی کی ساتھ) شور یہ کیسا ہے! کیوں غل ہو رہا ہے! کیا عرب
اس طرف بھی آ گئے؟ لیکن نہیں - ساحل پہ یاں
کون آ سکتا ہے اِن میرے جہازوں کی فصیل
توڑ کے؟
(کچھ آہٹ پا کے) کون؟
(چند افسرانِ فوج ایک شخص کو پکڑ کے لاتے ہیں)

...فسر آپ کے خادم
...ولین بتاؤ کیا ہوا؟
...فسر (ہاتھ جوڑ کے) خیریت - اقبالِ شاہی کا ستارہ ہو بلند
اور جو اس تاج کا بدخواہ ہو پامال ہو -
...ولین (ناگواری سے) کیا ہوا جلدی کہو -
...فسر بہتر حضور - اِس اجنبی
شخص کو پکڑا ہے ہم نے جو کہ اس سناٹے میں
ایک کشتی سے اُتر کے چپکے چپکے آ گیا
تا کہ داخل ہو ہمارے قلعہ میں
...لین اس سے بھی کچھ

سافیہ: (قدموں پر گر کے) نہیں مجھ کو خبر
سب شرارت ہے تری قطامہ!
زاورق (پکار کے) کوئی ہے یہاں؟
(ایک حبشی ننگی تلوار لیے ہوئے آتا ہے)
سر اُڑا دو اس کا لیجا کر
سافیہ (قدموں پر لوٹ کے) خطا ہوا اب معاف
پھر قصور ایسا نہ ہوگا
زاورق تو ابھی مریم کو لا۔
سافیہ اُس کا ملنا تو نہیں ممکن ہے اب
زاورق تو قتل ابھی
ہوگی تو اور لوں گا میں بدلا فلورنڈا سے۔ بس!
(فلورنڈا کی طرف دیکھ کے) چل ابھی تو ساتھ میرے۔ اور دیکھوں کس طرح
یہ بچا لیتی ہے تجھ کو آج میرے ہاتھ سے
(سافیہ کو حبشی۔ اور فلورنڈا کو زاورق زبردستی کھینچ لیجاتے ہیں اور پردہ گرتا ہے)

(۴)

اس پرچے میں ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس ڈراما کا کوئی حصہ شایع کریں۔ بلکہ پرچے کے لیے بعض اور مضامین مرتب کیے جا چکے تھے لیکن بعض قدر دان اور قدر افزا احباب نے تاکیدی خطوط بھیج کے اس قدر اصرار کیا اور یہاں تک مجبور کیا کہ ہم ایک نثر مضمون کو نکال کے اس ڈراما کو خوشی کے ساتھ شایع کرتے ہیں۔ فی الحال معزز اڈیٹر پنجاب آبزرور اور مسلم کرانکل وغیرہ نے انہیں بھی کچھ ایسی موافقت میں دی ہے کہ تعلیم یافتہ جماعت میں زیادہ شوق پیدا ہوگیا۔ اور اب یہ مناسب ہوگا کہ یہ سلسلہ جہاں تک ہو پورا کیا جائے اور دلگداز میں آخر تک تھوڑی بہت اس قسم کی نظم ضرور شایع ہوتی رہے۔

فلورنڈا
ضرور
اور یہ کہ ا...
مجکو واں جلدی بُلا لیں

مریم
لو خدا حافظ ہ...

فلورنڈا (رو رو کے)
(مریم جا...
اک بہن یاں مل گئی تھی - وہ بھی آخر چھوٹ گئی
گو کہ پہلے ہی زمانے کی ستائی تھی مگر
کھینچکر لائی گئی دینے کو اپنی آبرو
خیر تو وہ بچ گئی۔

ساقیہ (تشفی دینے کے لہجے میں)
یوں ہی بچیں گی آپ بھی
صبر کیجیے شاہزادی - اور نہ اب گھبرائیے۔
میں تو خدمت کے لیے حاضر ہوں گو مریم نہیں؟
اُن سے زیادہ ہیں مدد دونگی ہمیشہ۔

فلورنڈا
ظلم سے
رادرق کے میں بچوں دشوار ہے۔

ساقیہ
دیکھیں تو آپ
کیسی حکمت سے بچاتی ہوں - مجھے اک خوب چیز
ہاتھ آئی ہے - جہاں اک جام اُس کا دے دیا
بس نہیں رہتی ہے اُن کو دینُ و دنیا کی خبر
یوں ہی مریم کو بچایا - اور یوں ہی آپ کو
ہاتھ سے اُنکے بچا دوں گی۔

(ناگہاں دروازہ کھلتا ہے - اور رادرق غصے میں بھرا ہوا آ جاتا ہے)

رادرق
یہ کیا سنتا ہوں میں!
(ساقیہ سے) تو اور ایسی نابکار! اچھا ٹھہر! جلد ہی بتا
کیا ... ؟

ہنت شہر

نظم بذرابا

دیکھئے جھونکے نسیم صبح کے وہ آ چکے
رات بھر جو جل رہے تھے ان ستاروں کے چراغ
جھلملاتے ہیں فلک پر - اور سیاہ چادر شب
کی سمٹی جاتی ہے - ایسا نہ ہو چڑیاں اٹھیں
اور جگادیں راہرو کو - میں تو جاتی ہوں یہیں -

فلورنڈا
کیا کروگی جا کے آپ؟

ساقیہ
ہم کو نہ روکیں

فلورنڈا
کس لیے؟

ساقیہ
بادشہ کو گر ذرا بھی شک ہوا تو بس مجھے
اور ان کو قتل کرادیں گے۔

فلورنڈا (آنسو بہا کے)
تو جاؤ بہن۔

مریم
اب کہاں جاؤ گی تم؟

فلورنڈا
جس جا خدا لیجائے

مریم
تم
کس طرح جاؤ گی یاں سے؟

ساقیہ
خاک اڑاتی۔ ٹھوکریں
کھاتی۔ ننگے پاؤں۔ جاؤنگی بہن۔ اور جس طرح
بن پڑے گا۔ آپ کو پہونچاؤں گی۔ زبون ہیں۔

مریم
کیوں نہیں جاتی ہو سبطہ میں؟ جہاں آرام سے
قصر میں بیٹھے بیٹھا کے زندگی بھر رہ سکو

فلورنڈا
خیر جاؤں گی وہیں

مریم
لیکن وہاں تو ان دنوں
ہوگی یورش کافروں کی ہر طرف - اور کوئی شخص
جا نہ سکتا ہوگا اندر شہر کے

فلورنڈا
میں جاؤنگی جیسے بنے
تو مرا سب حال کہدینا۔

سکتی ہے یاں تک مگر میں جاتی ہوں ڈھونڈھو اُسے

فلورنڈا: جلد آنا —

مریم: لاتی ہوں اُسکو ابھی گر مل گئی -

(مریم جاتی ہے)

فلورنڈا:
یا خدا قربان ہوجاؤں ترے اس رحم کے
کیسی مایوسی تھی؟ یا اب کیسی خوش ہوں یہیں نہیں
کوئی حامی بیکسوں کا ہے سوا تیرے - یہاں
بھیجا خود والد نے تھا جبراً مجھے - تو را ورق
کتنا بدکردار، کتنا بیحیا ثابت ہوا؟
آبرو لینے کا درپے وہ اُدھر - اور اِس طرف
بن نہ پڑتی تھی کوئی تدبیر - تب گھبرا کے ایک
آدمی کو میں نے دوڑایا کہ سبطہ میں کرے
جاکے والد کو خبر - اور وہ بُلالیں مجکو جلد -
کچھ پتہ اُس آدمی کا بھی نہ تھا - حیران تھی -
ایسی مایوسی میں اے بیٹے خدا کے - اور اے
پاک خاتونِ معظم تم نے کی آسان ہے
میری مشکل -

(مریم آتی ہے اور ساقیہ اُسکے ساتھ ہے)

مریم: ڈھونڈھ لائی ہیں انھیں

ساقیہ (ہاتھ جوڑ کے): حاضر ہوں میں
شاہزادی - حکم کیا ہے آپ کا؟ ارشاد ہو -

فلورنڈا: آبرو میری بچالو -

ساقیہ: گرچہ یہ دشوار ہے
میں مگر کوشش کروں گی

مریم (افقِ مشرق کو دیکھ کے): صبح اب ہونے کو ہے -

نظم ڈراما

(نہایت متوجہ ہو کے)
(مسکرا کے)
(حیرت سے)

گو گئی بے آبرو ہونے کو تھی
مل گئی اک رحمدل نا تواں۔

فلورنڈا

مریم: راورق کی ساقیہ۔ جو دیکھ کر باتیں
مہرباں مجھ پہ ہوئی ایسی کہ اک تدبیر سے
آبرو میری بچا لی۔

فلورنڈا (خوش ہو کے) کس طرح ؟

مریم: ایسے کہ وہ
جب ہوا بدمست پی پی کر تو بیہوشی کا جام
اک دیا ایسا کہ بالکل بے خبر وہ سو گیا
تب سُلا کے اُس کے پہلو میں کوئی اُس کی کنیز
یہ کہا مجھ سے کہ بھاگو یاں سے تم۔

فلورنڈا: عورت نہیں
وہ فرشتہ تھی مدد کی جس نے ایسے وقت پر۔
(آسمان کی طرف سر اٹھا کے) شکر ہے تیرا خدا! اب مجکو بھی اُمید ہے
کیا عجب میری مدد بھی وہ کرے۔ اور بچ سکوں
راورق کے ظلم سے۔
(مریم کی طرف دیکھ کے) تو اے بہن جلدی کہیں
مجکو بھی اُس سے ملا دو۔ کیا عجب آئے اُسے
میری حالت پر بھی رحم۔

مریم: اب اس گھڑی وہ تو نہیں

کریں گے - اگر انھوں نے پسند کیا تو ہم اس قسم کی نظم کا سلسلہ زیادہ محنت اور زیادہ خوش اسلوبی سے جاری رکھیں گے -

دوسرا اسین - آدھی رات

اشخاص

رآورق - شہنشاہ اسپین - فلورنڈا - جولین کی بیٹی - مریم - فلورنڈا کی ماموں زاد بہن - رآورق کی ساقیہ - حبشی راورق کے دربار کا جلاد -

سین

دارالسلطنت اسپین ٹالڈو میں راورق کے محل کا ایک کمرہ - فلورنڈا کا خوابگاہ -

حالت

فلورنڈا اکیلی اپنی خوابگاہ میں ایک کرسی پر متردد بیٹھی ہے - سامنے مشرق کی طرف ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور وہ گھبرا گھبرا کے کہہ رہی ہے -

فلورنڈا

کس غضب میں پڑ گئی ہوں! آہ! کچھ بنتا نہیں!
کیا کروں؟ کس سے کہوں؟ کیونکر بچوں؟ اور کون ہے
جسکے آگے سر کو دے ماروں؟ یہاں کوئی نہیں
جو خبر لے اس مصیبت میں مری - افسوس! میں
پھنس گئی کیسی بلا میں؟ میں تو آتی ہی نہ تھی -
آہ! والد نے نہ مانا! دیکھیے قسمت میں اب
کیا لکھا ہے؟ اور کیسی ذلتیں ہوتی ہیں؟ اے
راورق ظالم تجھے کچھ شرم بھی آتی نہیں؟
مر نہیں جاتا ہے کیوں؟ جو تیرے ٹکڑوں پے بچیں
لڑکیاں شاہی گھرانے اور معزز لوگوں —

(کوئی کچھ آہٹ پا کے) کون؟

(مریم دروازہ کھول کے آتی ہے)

میں -

رین یہ نئی نظم اور یہ عجیب قسم کا ڈراما پیش کرتے ہین -

پہلا سین

آبناے جبرالٹر کے جنوبی ساحل پہ ملک مراکو کے قدیم شہر سبطہ کا
شاہی قصر جو لب ساحل واقع ہے

اشخاص

شاہ جولین فرمان رواے سبطہ - اُس کے درباری - مصر کا ایک
نو وارد مسیحی شخص - فلورنڈا جولین کی بیٹی - چوبدار -

سین

جولین اپنے قصر سے ایک جہاز کو آکے ٹھہرتے اور اُس سے مصر کے
ایک نو وارد مسیحی شخص کو اُترتے دیکھ کے اہل دربار سے باتین کرتا ہے -

جولین کون ہے؟ کیون آیا ہے؟ اور کیا ہی آنے کی غرض؟
کس لیے آیا ہے؟ اور کس کا ہی یہ سادہ جہاز؟
گو سمجھ مین کچھ نہین آتا - مگر حیرت سی ہے -

ایک درباری مین تو کہتا ہون کہ حضرت کوئی عیسائی فقیر
مانگنے آیا ہے

جولین لیکن وضع سائل کی نہیں

دوسرا درباری مصر یا قرطاجنہ کا کوئی سودا اگر نہ ہو؟

جولین شاید ایسا ہی ہو - لیکن جو ہو آنے دو یہاں
خود ہی حال اپنا بتا دے گا یہ میرے سامنے

(چوبدار آتا ہے)

چوبدار اجنبی سیاح اک اُترا ہے ساحل پہ حضور
آرزو ہے باریابی کی اُسے

جولین - لاؤ ابھی

(چوبدار جاتا ہے)

م کر دیا جائے - ظاہر ہے کہ اس قید کے ساتھ کلام کا تسلسل قائم
ا - اس لیے کہ قافیہ سلسلہ کلام کو ہمیشہ قطع کر دیا کرتا ہے - اسی
انگریزی میں خاصتہً ڈراما کے لیے یہ نظم غیر مقفیٰ ایجاد کی گئی جو یہ
اتی ہے کہ ایک طرف تو کلام برابر موزون ہوتا چلا جاتا ہے اور
طرف سلسلۂ کلام یوں جاری رہتا ہے کہ اگر مصرع مصرع جدا کر کے
تو معلوم ہو کہ گویا بے تکلفی سے نثر میں گفتگو ہو رہی ہے - صرف یہی چیز
یہی نظم ہے جس نے شیکسپیر اور دیگر شعرائے یورپ کو شہرت
ار میں سب سے معزز جگہ دی ہے -
بعض انگریزی دان نوجوانوں نے کئی مرتبہ اردو میں نظم غیر مقفیٰ کے
ن کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے - اور ناکامی کی وجہ یہ ہوئی کہ سوا
یہ کی قید چھوڑ دینے کے انھوں نے اس نظم کی دوسری خوبیاں اور اصلی
صورت دکھانے کی طرف توجہ نہیں کی - شاید اگر وہ کسی ڈراما یا گفتگو کو نظم
تے اور کلام کی بے تکلفی و روانی کے قائم رکھنے کی کوشش کرتے تو ممکن نہ تھا
ہ اہل سخن پسند نہ کرتے -
لہذا ہم اب اس جانب توجہ کرتے ہیں اور بالکل اسی انگریزی شان
سے ایک موزون ڈراما لکھنے کی بنیاد ڈالتے ہیں - اگر ملک نے توجہ کی اور
اہل سخن نے پسند کیا تو پورے سین موزون کر دیے جائیں گے - ورنہ دو ہی
تین سین موزون کرنے کے بعد یہ سلسلہ چھوڑ دیا جائے گا - اس وقت ہمارا
مقصود صرف اس قدر ہے کہ بلینک ورس یا نظم غیر مقفیٰ کو اس کی اصلی شان
میں دکھا دیں - تاکہ جن اہل سخن کو پسند آئے وہ بھی ایسی ہی نظمیں لکھیں - اور
ہم سے زیادہ بے تکلفی - سادگی - اور کمالات شاعری دکھائیں -
ہم اپنے قدر دانوں اور لائق جادو نگاروں سے بھی درخواست
کرتے ہیں کہ اپنی معزز رایوں سے ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اردو شاعری
کی دنیا میں اس نظم کے مناسب ہونے یا نہ ہونے اور مقبولیت عام حاصل
کر سکنے یا نہ کر سکنے کا اندازہ کیا جا سکے - اب ہم بکمال ادب پبلک کے

گئے لوگ سب یاں سے ہوکر پریشان — رہا میں ہوں بس اور یہ جائے ویراں
یہ سُن کر بہت رویا وہ غم کا مہماں — لے اُٹھ کے پھر دونوں باچشم گریاں

وہ دونوں اب اُس دشت میں دوڑ رہے ہیں
تباہی کی گرد اشکوں سے دھو رہے ہیں۔

مسلمانو! افسوس۔ عبرت کی جا ہے — زمانہ غم توہم میں مبتلا ہے
تمھیں ڈھونڈھتا در بدر وہ پھرا ہے — بڑی مشکلوں سے لگایا پتا ہے

بہت رو چکے رونے والے۔ اُٹھو اب
زمانہ جو کہتا ہے وہ ہی کرو اب

بلینک ورس یا نظم غیر مقفّیٰ

یہ تو ہم گذشتہ نمبر مین بتا چکے ہیں کہ آیندہ سے دلگداز کی توجہ نظم کی طرف بھی رہے گی۔ مگر وہی نظم جو معنی خیزی کی شان رکھتی ہو۔ جس کی غرض محض تناسب الفاظ اور قافیہ پیمائی نہ ہو۔ دلگداز کا یہ نمبر گذشتہ نمبر کے بعد اتنی جلدی مرتب کیا گیا کہ جادو بیان شعرائے ملک کو طبع آزمائی کا موقع نہین مل سکا۔ اور اسی وجہ سے ہم آیندہ کے لیے بھی وہی پہلا سبجکٹ "امید" قائم رکھتے ہین۔

سردست ہم نظم کی ایک نئی قسم کی طرف توجہ کرتے ہین جو انگریزی مین تو بکثرت موجود ہے مگر اردو مین بالکل نئی اور عجیب چیز نظر آئے گی۔ مشرقی شاعری مین ردیف و قافیہ بہت ضروری اور لازمی خیال کیے گئے ہین۔ مگر انگریزی مین ایک جداگانہ وضع کی نظم ایجاد کی گئی ہے جسے "بلینک ورس" کہتے ہین۔ اُردو مین اُس کا نام اگر "نظم غیر مقفّیٰ" رکھا جائے تو شاید زیادہ مناسب ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ قافیہ وغیرہ کی قیدین کلام کو محدود اور طبع آزمائی کے میدان کو نہایت ہی تنگ کر دیتی ہین۔ اگر کوئی ڈراما یا مختلف لوگون کی گفتگو نظم مین ادا کرنی ہو تو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ ہر فقرہ یا ہر خیال جس طرح بنے ہر مصرع

چمکنے لگا اس پہر ہیرے کا اختر
کھلا سامنے اُسکے تھا ایک گلشن
[..]ا جس قصر پر سایہ افگن
کھڑے دست بستہ تھے سب دوست دشمن
[..]یں تھا ایک تختِ مزیّن
تھی اک نازنیں تخت پہ نور افشاں
پڑا ساری دنیا پہ تھا جس کا داماں
تھا اُس روئے تاباں سے اک عیب پیدا
[..]ن تھا اُس بُت دلربا کا
جبیں پہ تھا اک خوشنما تاج رکھتا
[..]کے اقبال تھا دست بستہ
چمکتے تھے حرف اُس پہ ہیرے سے بڑھکر
ترقی اسلام، لکھا تھا اُس پہ
کہوں کیا کہ کیا ہو گئی میری حالت
[..]ں دیکھی وہ شکل، وہ پیاری صورت
گوارا ہوئی پھر نہ اُس بت کی فرقت
[..]ی ضبط کی تاب مجھ میں نہ جرأت
غلاموں میں اُسکے ہوا میں بھی داخل
ہوا خواہوں میں ہو گیا اُسکے شامل
ہوا شوق پھر سیر کا دل میں پیدا
[..]ہا مدتوں میں غلام اُسکے در کا
بہت روزوں دیکھا وہاں کا تماشا
[..]لیا چھوڑ اُسے میں نے یورپ کا رستا
وہیں تھا کہ وہ نازنیں یاد آئی
تلاش اُسکی اس دشت میں کھینچ لائی
وہ صورت کہاں! وہ شکر لب کہاں ہے
خدا جانے وہ قصر و باغ اب کہاں ہے
جلال - آبرو - دبدبہ سب کہاں ہے
وہ عیش اور وہ اقبال کی شب کہاں ہے
خدا جانے وہ قصر ہے ؟ یا نہیں ہے ؟
اگر ہے تو بیشک کہیں پہ نہیں ہے
پھر دل کو کرنے لگا آہ و زاری
یہ سن میزباں نے بس اک چیخ ماری
کہا رو کے پھر "ہائے قسمت ہماری"
ہوئی شکل پہ اُسکی حسرت سی طاری
مرے دوست - وہ قصر خالی ہی ہے -
وہ گلزارِ فرخندہ خالی ہی ہے !

جوانمرد نے کھولا دروازہ بڑھ کر — پھر اس غمزدہ کی طرف پھیر کر سر
کہا "اے جفاکش۔ دل افگار مضطر — اب آرام کر دو گھڑی چل کے اندر"
ادا کرکے شکریہ وہ زار و بے دل
ہوا اپنے ہمدرد کے گھر میں داخل

وہ ہمدرد صحرانشیں بھی پھر آیا — چراغ آندھی سے بجھ گیا تھا۔ جلایا
چٹائی پہ مہماں کو اپنے بٹھایا — پھر اک چیتھڑا اس کے آگے بچھایا
غریبی کا کھانا۔ تکلف سے لاکر
کہا "لے جو دے تجھکو میرا مقدر"

وہ شہروں کے کھانے۔ وہ کھانے کی لذّات — وہ نعمت کے خواں۔ وہ غذاؤں کی کثرت
وہ باغوں کے میوے۔ وہ ہر روز دعوت — وہ دولت کے کھیل۔ اور وہ سامانِ راحت
نہیں اُن میں سے کوئی شے یاں مہیا
جو حاضر ہے۔ ہے سب یہ نخچیر کا ہدیا

رہے اب نہیں یاں تکلف کے ساماں — کبھی خوب رونق پہ تھا یہ بیاباں
تر و تازہ سرسبز تھا اک گلستاں — یہاں کرتے ہر دم تھے بلبل غزلخواں
بہار اِن درختوں پہ تھی کس بلا کی!
نظر آتی تھی اِن سے قدرت خدا کی!

یہ ٹیلے جنھیں بجلی اکثر چمک کر — دکھاتی ہے ایسے مکانات جن پر
گماں قصرِ جنت کا ہوتا تھا اکثر — عمارت نہ دنیا میں تھی جن سے بہتر
کبھی تھے یہی ملجا و ماوائے عالم
کبھی تھے یہی مرجع شام و دیلم

ہر اک علم کے با کمال۔ اور یکتا — ہر اک فن کے مشتاق اور اُسکے جویا
ہنرمند۔ صناع۔ ادیب اور اطبا — مہندس۔ منجم۔ حکیم اور دانا
جوان مرد۔ جنگ آزما۔ مرد میداں
سبھی قسم کے لوگ آباد تھے یاں

کمالوں سے دنیا میں تھی اُنکی عزت — وہ رکھتے تھے تلوار سے اپنی قیمت

نہیں وحشیوں کی بھی آواز آتی
خبر کون لے اِس دمِ آفت زدوں کی

سب کچھ تھا۔ لیکن وہ مردِ مسلماں — پھرا ٹھوکریں کھاتا اُفتاں و خیزاں
بہت جا بجا پھٹ گئے اُسکے داماں — ہوئے پار تلووں سے خارِ مغیلاں
غرض جس جگہ وہ مصیبت کا مارا
پڑا تھا۔ گیا اور جا کے پکارا

کہ "اے مبتلائے غم و رنج و آفت! — اِدھر ہاتھ لا۔ اب نہیں اتنی مہلت
کہ ٹھہریں یہاں۔ دیکھ طوفاں کی حالت — جو پانی ابھی پڑنے لگا ہو گی دقت
ذرا صبر کر۔ اور چل میرے گھر میں
غنیمت سمجھ اُس کو ایسے سفر میں۔"

اگرچہ پڑا تھا وہ بے تاب و بیدم — مگر سسکیاں بھر کے۔ با چشمِ پُرنم
اُٹھا۔ اور کہا "اے مرے دل کے مرہم! — فرشتہ ہے تو؟ یا کہ از نسلِ آدم ہے
تھی تیری ہی جرأت۔ اس آفت میں آنا
غریبوں کو حسرت زدوں کو بچانا"

یہ بولا جوانمرد "اے سینہ بریاں! — میں ہوں اک غریب اور بے مایہ انسان
کیا مجھ کو دُنیا نے از حد پریشاں — کہوں کیا" مگر دیکھ کر زورِ طوفاں
لگا کہنے "کہدوں گا پھر حال سارا
چل اب۔ ورنہ ہو جائے گا حشر برپا"

پھر اک دوسرے کو پکڑ کے وہ باہم — نظر کرتے ہر سمت ڈر ڈر کے پیہم
غم و رنج بہلاتے باتوں میں ہردم — چلے دیکھتے ابر و طوفاں کا عالم
بہت ٹھوکریں کھا کے پہنچے وہاں پہ
جہاں اُس انیسِ غریباں کا تھا گھر

جو دیکھا۔ تو اک ٹوٹا پھوٹا مکاں تھا — گزشتہ ترقی کا اُجڑا نشاں تھا
سماں ہر طرف حسرتوں کا عیاں تھا — ہر اک اینٹ کے دل سے اٹھتا دھواں
مٹی جاہ و حشمت تھی دیوار و در سے
نکلتی تھیں آہیں چھتوں کے جگر سے

نکلنا وہ آواز کا ضعف سے کم! وہ حسرت کا لہجہ، مصیبت کا عالم!
وہ اب اب کے بھولی ہوئی سانس لینا!
وہ رک رک کے کچھ دل کو تسکین دینا!

صدا آئی "کس طرح میں تم تک آؤں؟ جہاں تم ہو واں کا نشاں بھی تو پاؤں!
بھلا بولو کیونکر قدم میں اٹھاؤں؟" کہا "ہائے! میں کیا کہوں؟ کیا بتاؤں!
نشاں یاں کا خود بھی تو پہچانتا ہوں!
کوئی چیز بھی یاں کی تو جانتا ہوں!

"وہ گم گشتہ رہ ہوں۔ کہ اپنا پتا بھی نہیں جانتا" آ گئی اس میں آندھی
مسافر نے گو بات پوری کہی تھی مگر اس کی پر غم صدا پھر نہ آئی
بلند اب ہوا شورِ اشجار ایسا
کہ مشکل تھا اپنی بھی آواز سننا

جو یہ حال دیکھا تو وہ مردِ میداں خدا ترس باہمت اور اہلِ ایماں
چلا ہو کے اس پا شکستہ کا جویاں پھرا دشت میں ہر طرف سخت حیراں
پتا تا کہ اس غم رسیدہ کا پائے
بنے جس طرح جائے اور ڈھونڈھ لائے

سماں ایک آفت کا اس دم بندھا ہے جہاں بھر پہ ظلمت کا پردہ پڑا ہے
ہر اک نخل وحشت سے چلا رہا ہے غرض دیکھو جس سمت محشر بپا ہے
برابر گرجتا ہے رہ رہ کے بادل
اور اس شور سے گونج اٹھا ہے جنگل

بسیروں پہ چڑیاں سمیٹے ہیں بازو گھنی جھاڑیوں میں دبکتے ہیں آہو
درختوں میں جا جا کے چھپتے ہیں جگنو الجھتے ہی جاتے ہیں ظلمت کے گیسو
درختوں کے پتے ہیں کیا کھڑکھڑاتے!
زمیں پہ ہیں کیا ٹہنے پھٹ پھٹ کے آتے!

درختوں پہ آتے ہیں جھونکے ہوا کے تھپیڑے ہوا دے رہی ہے بلا کے
سبھی بس میں ہیں بادِ وحشت فزا کے ستم ہر طرف ہو رہے ہیں صبا کے

...ین شرر

چلا دو قدم تھا لگی ایک ٹھوکر — گرا زور سے لڑکھڑا کے زمیں پر

گرا اور گرتے ہی سر کو پکڑ کر — یہ چلایا: "اے وائے میرے مقدر

نہیں مجھ میں طاقت کہ یہ رنج اٹھاؤں

جو چھٹکارا مشکل ہو تو مر ہی جاؤں

نہ غمخوار کوئی — نہ مونس — نہ رہبر

نہ ہے یاں مددگار کوئی نہ یاور

بنایا ہے حسرت نے دلگیر و مضطر

نظر آتی ہے یاس ہر ہر قدم پر

نہیں ہائے! اے موت تجھ کو بھی کچھ دھیان؟

زمیں تنگ ہے آسماں دور ہے یاں!

کہاں جاؤں؟" — اتنا ہی تھا کہنے پایا

کہ آواز آئی کہیں سے قضارا

جو کوئی ہو آواز دے — میں ہوں اس جا...

مگر کوئی کیا؟ تھا یہ کیسا دھماکا؟

غریبوں کا حسرت زدوں کا ہوں یاور

جو آوارہ ہیں ان کا ہمدرد و رہبر

پھر اک آہ کی — اور رو رو کے...

پکارا کیا: چلے یہاں صحرا

کہ دکھلایا امید کا پیارا ج...

کسی نے دیا غم میں مجھ کو دلاسا

پڑا ہوں یہاں لے فرشتے خدا کے

جو طاقت ہو خود لوں قدم تیرے آ کے

"نہ یہ پوچھ — میں کون ہوں؟ نام کیا ہے؟

یہ کافی ہے — اک درد کا مبتلا...

وطن — ہائے معشوق تک...

مصیبت زدہ دشت میں آ پھنسا ہے

خدا جانے کس درد کا یہ بیاں تھا!

کہ غم کا سماں وحشت بھرے عیاں تھا!

ملے اور جھونکے ان درختو...

وہ آندھی کے آنے کا وقت! اور اندھیرا!

درندوں کا شور اور وہ...

وہ سناٹا! وہ آسماں کالا کالا!

رکی ہر طرف تیرگی سے وہ راہیں!

یہ عالم! اور اس میں مسافر کی آہیں!

تھکی — اور گرمی وہ...

وہ ناطاقتی — ناتوانی سے بے دم!

دل کو دُکھا کر رات بسر ہو

یاد کسی کا وعدہ کرنا ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرنا
بدخوابی سے چونک کے ڈرنا مرگ کی خواہش اور نہ مرنا

یاس ہمیشہ شکل دکھائے
موت کو ان کی؟ نیند نہ آئے!

صبر و تحمل کام نہ آئیں
بسترِ غم پر لوٹ لگائیں درد و الفت سے دل بہلائیں
خود نہ بتائیں اور سب کو بتائیں

رات کا کٹنا امر اہم ہو
درد گھٹے تو دونا غم ہو

ہے ہے کس کا ناز اُٹھائیں؟ کس کو قصۂ ہجر سنائیں؟
کس سے اپنا جی بہلائیں؟ کون نما ہے؟ کس کو منائیں

صدمے پہ صدمے غم پہ غم ہیں
ہائے شب غم ہے اور ہم ہیں

نیند کسی کو آتی ہے کیونکر؟ قابو کیونکر پاتے ہیں دل پر؟
رہتے ہیں کیونکر حیران مضطر؟ جیتے ہیں کیونکر ہجر میں شب بھر؟

تھک گئے کرتے کرتے نالا
ہم کو تو غم نے مار ہی ڈالا

کس دم یہ اندھیاری ہٹے گی؟ دیکھیے پو کس وقت پھٹے گی؟
کیونکر الجھن دل کی گھٹے گی؟ کیونکر ساری رات کٹے گی؟

گذرے گی یوں ہی سر کو دھنتے
تارے گنتے تنکے چنتے

یہ سناٹا اور تنہائی
کاٹے کھاتی ہے انگنائی وحشت اور تاریکی چھائی
جان بھی ہے اب دشمن اپنی وہ کیوں آئیں؟ قسم ہے کھائی
لب تک آئی اور نہ نکلی

کرتے ہیں دل ہی دل میں غصا
کچھ بھی کہتے بن نہیں آتا
چرخ پہ تیاروں کی خدمت　　شمع کی مایوسانہ صورت
ہاے ہماری یاس اور حسرت　　اور کسی کو جلانے کی عجلت
ناز سے اُن کا اُٹھکر جانا
پھر آنے کی قسمیں کھانا
چین پڑے گا دل کو کیونکر　　دیکھ رہے ہیں صبحِ محشر
بیٹھے ہیں حیران - مضطر - ششدر　　جان آئی ہے اب تو لبوں پر
بیٹھے شرر ہو کیوں پُر حسرت
جل بھی بجھتے شمع کی صورت

شبِ غم

درد دل - زخمِ جگر - کلفتِ غم - داغِ فراق
کون آفت ہے جو اپنی شبِ ہجران میں نہیں؟

صدمۂ فرقت ہوشربا ہے　　غم کا سماں آنکھوں میں بندھا ہے
رات اندھیری کالی بلا ہے　　ہو کا عالم رنج فزا ہے
درد کے مارے رو رو دینا
آفتِ جاں ہے سانس کا لینا
رہ رہ کر وہ دل کا اُچھلنا　　آپ ہی آپ کلیجے کا ملنا
اشک کے دریا کا وہ اُبلنا　　رخ کی رنگت کا وہ بدلنا
جب نہ کسی کے ہاتھ پہ سر ہو

پہلو مین کوئی پیارا ہوگا

ہو گیا سارا وصل کا سامان کمرا ہے اب جیسے گلستان
آئی مسہری بہرِ جانان ہمسے غمگین ہو گئے شادان

ساری رفع کدورت ہو گی
آج کسی سے صحبت ہو گی

اب تو ہو چکی شمع بھی روشن آتے ہین جھونکے ہوا کے سن سن
پڑ گئی ہر دروازے پہ چلمن ہر شئے پر ہے برستا جوبن

جن پر قربان اپنا جگر ہے
کب آئیں گے کس کو خبر ہے

سامان آنے کا کرتے ہونگے بیٹھے خوب نکھرتے ہونگے
گیسو رُخ پہ سنورتے ہونگے سینے پہ جوبن اُبھرتے ہونگے

پیارا پیارا مُکھڑا ہوگا
چہرہ چاند کا ٹکڑا ہوگا

کرتے ہون گے کنگھی چوٹی نکلی ہو گی مانگ غضب کی
لگتی ہو گی ہاتھوں مین مہندی ملتے ہون گے دانتوں مین مسی

کاجل آنکھوں سے ہوگا نمایاں
چُنتے ہون گے ماتھے پہ افشاں

کیونکر دل کی کلفت جائے دیر ہوئی اب تک نہین آئے
دل کو کوئی کب تک بہلائے کوئی صبر کہاں سے لائے

آخر اُن کے آنے کی حد بھی
اپنے رنج اُٹھانے کی حد بھی

کب تک بیٹھیں کب تک روئیں کب تک مُنہ اشکوں سے دھوئیں
کب تک اپنے جی کو کھوئیں کروٹ بدلیں اور نہ سوئیں

دیکھیں کب ہو آنا اُن کا
بھول گئے وہ آنا کیسا!

واہ رے وہ اور اُن کی چاہت
واہ رے میں اور میری قسمت
چرخ پہ کچھ کچھ اندھیرا چھایا کوئی کوئی ستارہ چمکا
چڑیاں ڈھونڈھ رہی ہیں بسیرا کوّوں نے اک شور مچایا
دیکھتے ہی دو وقتوں کو ملتے
موت کے خواہاں اٹھ اٹھ بیٹھے
شور ہوا ہر سمت اذاں کا برہمنوں نے سنکھ بجایا
بجنے لگا ہر دَیر میں گھنٹا نیچر شام کا ہر جا چمکا
دوسری جانب دنیا پلٹی
پیرِ فلک نے کروٹ بدلی
دیکھو باغ پہ کیا جوبن ہے پھولوں پہ بے ساختہ پن ہے
سارا گلشن جیسے دلھن ہے کس زوروں پہ بہارِ چمن ہے
کیا اٹھلاتی بادِ صبا ہے
جلد کہیں آ جائیں خدا ہے
آئی رات ہوئی اندھیاری چرخ پہ تاروں نے کی گلکاری
کیسی رات مبارک ساری اچھی اچھی پیاری پیاری
اب یا زیب بڑھاتے ہوں گے
تھوڑی دیر میں آتے ہوں گے
سامان وصل کا کر لیں آؤ شیشے مے سے بھر لیں لاؤ
بھرِ گزک کچھ جلد منگاؤ اچھی پلنگڑی لا کے بچھاؤ
اُٹھو جا کر شمع جلا دو
سارے کمرے میں پھول بچھا دو
... اچی مینا کاری سرخی نے کی سہانی پیاری
بادِ بہاری اُن کے آنے کی ہے تیاری
غلط آج ہمارا ہو گا

مضامین شرر جلد ہفتم

نظم و ڈراما

شبِ وصل

۱

کسی کا ہاے وہ راتوں کو چھپ کے یوں آنا
چھڑے چڑھائے ہوے پائنچے اٹھائے ہوے

دردِ جگر کچھ آج تھما ہے
زخمی دل کو چین پڑا ہے
شوق بیابان بھولا ہوا ہے
برسوں بعد زمانہ پھرا ہے
خوب ہوا آرام تو پایا
بیچینی سے چین تو آیا
لو شبِ وصل کی شام آپہونچی
نکلے گی خوب سی حسرت دل کی
غم جاتا ہے عشرت آئی
چمکا تارہ قسمت جاگی
آج وہ اپنے قابو میں ہوں گے
ہم بھی انکے پہلو میں ہوں گے
جس پہ قربان وہ رات اب ہے
جس کے صدقے آج وہ شب ہے
میان میں اُن کی تیغِ غضب ہے
وصل نصیب اب اپنا لقب ہے



1. S. Barkat Ahmed.
2. Moulana Abdul Halim.
3. S. Mubarak Ali Shah.
4. Hakim Sirajul Haq.
5. Abdur Rashid.

Moulana Abdul Halim Sharar.

[illegible]